کھاتہ داران حضرات

﴿خصوصی توجہ فرمائیں﴾

جن کھاتہ داران نے اپنے اپنے کھاتوں سے مجلّہ طلوع اسلام جاری کروایا ہوا ہے ان سے گذارش ہے کہ آپ اپنی فہرست خریداران 15 دسمبر 2009ء تک ادارہ طلوع اسلام کو بھجوا دیں اور جن کو میگزین سال 2010ء کے لئے جاری رکھنا مقصود ہو یا جن کے میگزین بند کرنے ہوں، مکمل فہرست، ایڈریس کے ساتھ بھجوا دیں تاکہ بروقت عمل درآمد ہو سکے۔ شمارہ کی اشاعت میں اضافہ آپ کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پاکستان میں یونیورسٹیز، کالجز کی لائبریریوں کو لندن بزم و ناروے بزم کے تعاون سے 100/100 میگزین بھیجے جا رہے ہیں جو کہ بہت کم تعداد ہے۔ اگر بیرون ملک یا اندرون ملک کی بزمیں مزید تعاون کریں تو اس تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے اور پاکستان کے تمام تعلیمی اداروں میں میگزین بھیجنا ممکن ہو سکے گا۔ امید ہے کہ بزمیں اس مسئلہ پر تعاون کریں گی۔

کھاتہ داران جن کے ذمے طلوع اسلام کی رقم بقایا ہے ان کو ان کے کھاتوں کی تفصیل بھجوائی جا رہی ہے تاہم اگر کسی وجہ سے یہ ان تک نہ بھی پہنچے تو بھی تمام کھاتہ داران سے التماس ہے کہ وہ اپنے کھاتوں میں معقول رقم جمع کرانے کا اہتمام کریں تاکہ واجب الادا رقوم کی وجہ سے ادارہ مالی پریشانیوں کا شکار نہ ہو۔

بینک اکائونٹ کے لئے ضروری وضاحت

1- بینک کا اکاؤنٹ نمبر۔ 3082-7

2- بینک کا نام۔ نیشنل بینک آف پاکستان، مین مارکیٹ برانچ گلبرگ، لاہور (پاکستان)۔

3- نام اکاؤنٹ۔ ادارہ طلوع اسلام

شکریہ

چیئرمین ادارہ طلوع اسلام لاہور

فہرست

لمعات: (حسنِ ظن)	محمد سلیم اختر	3
''اہل رشد کی خدمت میں''	سید سلیم شاہ' سابق عمید کلیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ' آزاد کشمیر	6
اَلْوَحْی کا قرآنی تصور	ڈاکٹر انعام الحق' اسلام آباد	21
مملکتِ مدینہ	خواجہ ازہر عباس' فاضل درسِ نظامی	24
صراطِ مستقیم	غلام باری' مانچسٹر	31
انتخاب لغات القرآن	ڈاکٹر انعام الحق' اسلام آباد	38
پیش لفظ (سورہ احزاب)	محمد اشرف ظفر' لاہور	41

ENGLISH SECTION

BELIEF IN ONE ALLAH

by Maj. Gen (Rtd) Ihsan-ul-Haq 1

JIHAD IS NOT TERRORISM (PROPAGANDA)

by Ghulam Ahmad Parwez

English Rendering by Shahid Chaudhry 8

PARADOXICAL JUSTICE

(FEDERAL HIGH COURT JUDGE SENT TO JAIL)

by Abdul Rasheed Samnakay, Australia 16

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد سلیم اختر

لمعات

حسنِ ظن

(یہ عبارت 25 اکتوبر 2009ء بروز اتوار' ٹرسٹ بلڈنگ' 25 بی' گلبرگ 2' لاہور میں ایک مختصر سے حلقۂ سامعین میں پڑھی گئی. اس کا مقصد قرآن میں بیان فرمودہ اخلاقِ جمیلہ کی روشنی میں اپنی اِصلاح کا موقعہ حاصل کرنا تھا. آخر میں سامعین نے سوالات بھی کئے اور تبصرے بھی. اس تحریر کو استفادۂ عام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے.)

قرآنِ کریم میں ظن کا لفظ حق کے مقابلہ میں آیا ہے۔ حق پختہ یقین اور ٹھوس حقیقت کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کا شک کرنا ممکن نہ ہو۔ ظن صاف صاف اور واضح یقین نہیں ہوتا۔ صاف یقین علم ہوتا ہے۔ سورہ بقرہ اور سورہ النساء میں ظن بمقابلہ علم آیا ہے جبکہ سورہ یونس میں ظن بمقابلہ حق آیا ہے۔ اِنَّ الظَّنَّ لاَ یُغْنِیُ مِنَ الْحَقِّ شَیْئاً (10:36)- ظن حق کے مقابلہ میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

قرآنِ کریم کے پیشِ نظر جس قسم کا عالمگیر انقلاب ہے اسے جماعتِ مومنین کے ذریعہ روبہ عمل لایا جائے گا۔ جماعتِ مومنین کے اندر جس قسم کی صفات اور قواعد وضوابط کی ضرورت ہے اس سے متعلق ہدایات یوں تو پورے قرآنِ کریم میں جابہ جادی گئی ہیں مگر سورہ الحجرات اس سلسلہ میں خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔

اس سورہ میں جہاں اپنی رائے کو مرکز کے فیصلے کے تابع رکھنے کو کہا گیا ہے اور آپس میں لڑائی جھگڑے کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے وہیں بدگمانی سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے ظن کو اثم تک کہہ دیا گیا ہے۔ یاایھا الذین امنوا جتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم. اے ایمان والو ایک دوسرے کے متعلق ہمیشہ حسن ظن سے کام لو اور بدگمانی سے اجتناب کرو۔ بعض بدگمانی تو ایسی ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کے متعلق خیر سگالی کے تمام جذبات کو مضمحل کر دیتی ہے حالانکہ وہ محض بدگمانی ہوتی ہے حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔

اثم کے بنیادی معنوں میں اضمحلال' افسردگی' کمزوری' سست روی اور شکستگی کا پہلو ہوتا ہے۔ قرآن میں جرم کے لئے عدوان کے علاوہ اثم کا لفظ بھی آیا ہے۔ اثم میں وہ تمام اعمال شامل ہیں جن سے انسانی ذات میں افسردگی اور پژمردگی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے سفرِ حیات سست گام ہو جائے۔ قرآنِ کریم نے اثم کے کاموں میں دوسروں سے تعاون کرنے سے

بھی منع فرمایا ہے۔ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان. بدگمانی چونکہ ایک اثم ہے اس لئے بدگمانی کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے بجائے ان کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے۔ اس کے لئے قرآنِ کریم نے سورہ نور میں واضح ہدایت فرما دی ہے۔ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْراً (24:12)۔ یعنی قرآن نے یہ اصول دیا ہے کہ جب بھی کسی سے متعلق کسی کے خلاف کوئی بات تم سے کہی جائے تو تمہارا First Reaction یہ ہونا چاہئے کہ جب تم اس بات کو سنو تو مومن مردوں اور مومن عورتوں کا سا طرزِ عمل اختیار کرتے ہوئے حسنِ ظن سے کام لو۔ وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ (24:12)۔ تمہیں کہنا یہ چاہئے کہ یہ بات تو بڑی جھوٹی سی نظر آتی ہے۔ یہ واقعہ گھڑا ہوا' بنایا ہوا سا لگتا ہے۔

سوچئے اگر معاشرے کے اندر اتنی سی چیز پیدا ہو جائے وہ کس قدر تباہیوں سے بچ جائے۔ کسی تنظیم کے ارکان کے اندر یہ اخلاق پیدا ہو جائیں تو وہ کس قدر ترقی کرے۔ ایک بے گناہ ملزم' جس کا جرم ثابت نہیں' کے متعلق اپنے دل میں ہی اس قسم کے خیالات انسان کی اپنی ذات کو کس قدر مسخ کر دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں الزام (Elegation) اور جرم (Crime) میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ فلہٰذا ملزم اور مجرم میں بھی کوئی تفریق نہیں ہوتی۔ ملزم وہ ہوتا ہے جس کے سر الزام ہوتا ہے جرم ابھی ثابت نہیں ہوا ہوتا۔ اس کا پورا طریقہ قرآن نے یہ بتایا ہے کہ عدالت میں تحقیق ہوگی' گواہ آئیں گے' شہادتیں آئیں گی' ملزم کو صفائی کا موقعہ ملے گا اس کے بعد ممکن ہے وہ مجرم ثابت ہو جائے مگر نوے فی صد سے زیادہ ملزم تو بری ہو جاتے ہیں۔ ان کے خلاف جرم ثابت ہی نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں ملزم بری تو ہو جاتا ہے لیکن باعزت بری نہیں ہوتا۔ ملزم کی ابھی پہلی پیشی بھی نہیں ہوتی کہ گھر گھر اس کو مجرم تصور کر لیا جاتا ہے۔ سارے معاشرے میں شام تک اس کی اس قدر گھناؤنی پکچر پیش کر دی جاتی ہے کہ ہر شخص اسے مجرم سمجھنے لگ جاتا ہے۔ بے چارہ عدالت سے چھوٹ کے بھی آ جائے تو بدگمانی پھیلانے والوں نے چونکہ بڑھا چڑھا کے پھیلائی ہوتی ہے اس لئے وہ یہی کہے چلے جاتے ہیں کہ جی کیا پتہ! رشوتیں چلتی ہیں' سفارش کا راج ہے کیا معلوم کیا ہوا۔ حالانکہ قرآنِ کریم نے پہلا اصول ہی یہ دیا ہے کہ جب بھی کسی کے متعلق کوئی بات آئے تو پہلا تاثر یہ ہونا چاہئے کہ نہیں نہیں! وہ ایسے نظر نہیں آتے! شریف آدمی ہیں! پہلا تاثر نیک ہونا چاہئے۔ قَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ. تحقیق کئے بغیر کسی بات کو آگے بڑھا دینا بہت بڑا جرم ہے۔ اس سلسلے میں قرآن نے کہا ہے کہ ''بات تم تک پہنچی' تمہیں اس کا کوئی ذاتی علم نہ تھا پھر تم نے کوئی تحقیق بھی نہیں کی' کوئی تفتیش نہیں کی اور لے اُڑے۔ تم نے اس عمل کو بالکل معمولی بات سمجھا حالانکہ وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ (24:15)۔ قانونِ خداوندی کی رو سے یہ بات بڑی عظیم ہے' جسے معمولی بات سمجھ رہے ہو یہ بہت بڑا جرم ہے۔

ہم میں سے اکثر لوگوں کو یہ زعم ہوتا ہے کہ ہمارے اندر چونکہ قرآن کا نُور ہے اس لئے ہم کسی کے متعلق بغیر کسی ثبوت کے کوئی بھی فیصلہ یا فتویٰ صادر کر سکتے ہیں۔ یہ رویہ نہایت خطرناک ہے کیونکہ وہ حضرات ایسا ازخود نہیں بلکہ بزعم

باطل قرآن کی روشنی میں کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ قرآن نے اس سے شدت کے ساتھ منع فرمایا ہے (24:12)- کسی سے متعلق کوئی الزام ہو تو اسے Proper Forum پر پیش کیا جائے۔ کوئی بھی فرد اپنے تئیں عدالت یا جج کا قائم مقام نہیں ہوسکتا چاہے اس کا سینہ کتنا ہی قرآن کے نور سے روشن کیوں نہ ہو۔ رِبیّ' پروہت اور مشائخ یہی کچھ تو کرتے چلے آرہے ہیں کہ اپنی گھڑی ہوئی باتوں کو خدا کا کہا ہوا کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مومن کو مومن سے متعلق ہمیشہ حسنِ ظن سے کام لینا چاہئے اور اگر کوئی الزام ہو تو اسے "Proper Forum" پر پیش کرنا چاہئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزمِ طلوعِ اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہوچکی ہے۔ یہ جلدیں بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ خصوصی رعایتی ہدیوں پر دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ	صفحات	رعایتی ہدیہ	نام کتاب	سورہ	صفحات	رعایتی ہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	120/-	سورہ روم' لقمان' السجدہ	(30,31,32)	444	250/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	70/-	سورہ یٰسین	(36)	164	100/-
سورہ النحل	(16)	334	150/-	29واں پارہ (مکمل)	----	541	250/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	175/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	250/-
سورۃ الکہف ومریم	(18-19)	511	200/-				
سورہ طٰہٰ	(20)	416	180/-				
سورۃ الانبیآء	(21)	336	150/-				
سورۃ الحج	(22)	380	180/-				
سورۃ المؤمنون	(23)	408	200/-				
سورۃ النور	(24)	263	150/-				
سورۃ الفرقان	(25)	389	200/-				
سورۃ الشعرآء	(26)	453	230/-				
سورۃ النمل	(27)	280	170/-				
سورہ القصص	(28)	334	200/-				
سورہ عنکبوت	(29)	387	220/-				

ان خصوصی رعایتی ہدیوں پر مزید کوئی کمیشن/ رعایت نہیں دی جاتی۔ خرچہ ڈاک اس کے علاوہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید سلیم شاہ، سابق عمید کلیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ، آزاد کشمیر

''اہلِ رشد کی خدمت میں''

کوئی پچیس، تیس برس ہوتے ہیں جب سعودی عرب میں احمد دیدات مرحوم کی ایک وڈیو دیکھنے کا موقع ملا جوان دنوں کافی مشہور تھی۔ ایک عیسائی پادری صاحب سے ان کا مناظرہ تھا۔ ہال ناظرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ موضوع تھا ''کیا بائبل خدا کا کلام ہے؟''۔

افتتاحی کلمات میں احمد دیدات مرحوم نے میز پر رکھی ہوئی تین چار کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ: ''یہ بائبل فلاں سن میں شائع ہوئی اور یہ دوسری اور تیسری فلاں فلاں سن میں شائع ہوئی ہیں۔ ان سب میں واضح فرق ہے جس کو ہر کوئی ملاحظہ کرسکتا ہے۔ کیا آپ قرآن کا کوئی ایسا نسخہ دکھا سکتے ہیں جو دوسرے سے مختلف ہو؟'' اس سوال کا پادری سمیت ہال میں کسی کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

لیکن یہ بیسویں صدی کی بات تھی۔ آج اکیسویں صدی کا پہلا عشرہ قریب الاختتام ہے۔ لاہور سے شائع ہونے والے ایک ماہنامے ''رشد'' کی قراءات نمبر کے دو حصے میرے سامنے ہیں۔ میرا گمان ہے کہ ''رشد'' کے یہ دو حصے اگر تین دہائی قبل احمد دیدات مرحوم کے سامنے ہوتے تو وہ پادری صاحب سے اس قسم کا سوال پوچھنے کی جسارت نہ کرسکتے۔ ''رشد'' کی قراءات نمبر کا تیسرا حصہ غالباً ایک دو ماہ بعد آنے والا ہے۔ تاہم، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دو نمونے دیکھ کر آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تیسرا حصہ بھی ان ہی مضامین کی تکرار ہوگا۔ موجودہ دو حصے 1656 صفحات پر محیط ہیں جن میں 99 مضامین شامل کیے گئے ہیں۔

مقصد اگر ''علمی رعب'' و دبدبہ جمانے کا نہ ہوتا تو شاید سوڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل کوئی سے بھی آٹھ دس مضامین ہی کافی ہوتے جو تمام مذکورہ نکات سمیٹ لیتے۔ ہم کوشش کریں گے کہ یہ اہم نکات قارئین کے سامنے آجائیں۔

(الف) سبعہ احرف:

بخاری شریف کی اس حدیث کا مفہوم ماضی بعید میں تو معلوم نہ ہو سکا تھا، تاہم ماہنامہ ''رشد'' نے جو ہماری رہنمائی فرمائی ہے وہ درج ذیل ہے:

یہ سہولت کس کے لیے:

1- ''الغرض عربی زبان ہی کے حوالے سے لوگوں کو یہ مشکل پیدا ہوئی تھی اور یہ مشکل تاقیامت اہلِ عرب کے لیے ہی باقی ہے۔ اب میرے اور آپ جیسے لوگوں کے لیے تو عربی کا کوئی بھی لہجہ ہو تو وہ ہم نے غیر فطری طور پر ہی سیکھنا ہے۔۔۔ چنانچہ ہمارے لیے تو کوئی بھی لہجہ مشکل یا آسان نہیں ہے، بلکہ تمام لہجے برابر ہیں''۔ (حافظ حمزہ مدنی۔ رشد، حصہ اول، ص246)۔

2- ''یہ بات ٹھیک ہے کہ اس مشقت کے حوالے سے آسانی کی وجہ صحابہؓ بنے لیکن اب وہ آسانی صرف صحابہؓ کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے ہے''۔ (حافظ حمزہ مدنی۔ رشد، حصہ اول، ص251)

3- '' قرآن چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اس لیے قرآن مجید میں عربی زبان کے حوالے سے کوئی مشکل کا احساس پایا جائے اور اس مشکل کے اعتبار سے کچھ سہولت دے دی جائے، تو اس حوالے سے خاص اہلِ عرب کے لیے ہی اس مشقت کا ازالہ کیا جائے گا''۔ (حافظ حمزہ مدنی۔ رشد، حصہ اول، ص354)۔

4- ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کا ارشاد ہے کہ یہ سہولت ساری امت کے لیے لیے تھی، وہ فرماتے ہیں۔'' دوسری قسم کی احادیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی درخواست و مطالبہ پر فرمایا گیا کہ آپ کی امت سات طریقوں سے پڑھے'' (رشد، حصہ اول، ص130) واضح رہے کہ احادیث میں ''امت'' ہی کے الفاظ آئے ہیں۔

5- ابو مجاہد عبدالعزیز القاری لکھتے ہیں: ''ابن جریر کے ہاں عبیداللہ بن عمر کی روایت سے یہ الفاظ ہیں: میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ایک حرف پر قرآن پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یا اللہ! میری امت پر تخفیف کیجئے۔ پھر وہ دوبارہ آیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک حرف پر ہی قرآن کی تلاوت کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے دعا کی کہ یا اللہ! میری امت پر تخفیف فرمایئے۔ (رشد، حصہ اول، ص 109) مزید لکھتے ہیں ''ابن جریر ہی کے ہاں ابن فیصل کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حرف پر قرآن کی تلاوت کا حکم دیا۔ میں نے رب سے دعا کی کہ میری امت کے لیے آسانی کی جائے ......''۔ (رشد، حصہ اول، ص110)۔

ہم اپنی اس حیرانی و پریشانی کو سردست چھوڑ دیتے ہیں کہ یہی علماء کرام ہمیں تو سمجھاتے آئے تھے کہ نبی اللہ کے ہر حکم پر بحث کرنے کے بجائے سب سے پہلے عمل کرنے والا ہوتا ہے (انا اول المسلمین. القرآن) لیکن اس مسئلے کو تو جانے

دیکھئے کیونکہ روایات کی روشنی میں قرآن کے حکم کو تبدیل کرنا ان حضرات کے لیے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ اب یہ حضرات یہ کہتے ہیں تو یہی درست ہوگا تاہم نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ عبدالعزیز القاری صاحب سبعہ احرف والی سہولت عربوں کے لیے نہیں بلکہ پوری امت کے لیے تسلیم کرتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ موصوف آسانی کی مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ **غفور رحیم** کو **علیم کلیم، سمیع علیم یا عزیز حکیم** وغیرہ سے (تبدیل کرکے) کہہ سکتے ہیں''۔ (رشد، حصہ اول، ص110)۔

چلیے سہولت کس کے لیے تھی؟ پوری امت کے لیے یا صرف اہلِ عرب کے لیے؛ یہ مسئلہ تو حل ہوا۔ اب دیکھیں کہ ''رشد'' سبعہ احرف کا مفہوم کیا بتاتا ہے؟

(ب) سبعہ احرف کا مفہوم:

بھئی مان لیتے ہیں کہ متقدمین یہ مسئلہ حل نہ کرسکے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ''رشد'' بھی ہار مان لے؟ نہیں صاحب۔ سبعہ احرف کا مفہوم تو بالکل واضح ہے یہ آج کل کے چند مخالفین بلکہ منکرین حدیث، بلکہ منکرین قرآن ہیں جو اس حدیث شریف کا مطلب گڑبڑ کرڈالتے ہیں۔ دیکھئے جناب!

☆ یہ تو محض **لہجے** کا اختلاف تھا۔ حافظ حمزہ مدنی صاحب لکھتے ہیں:

''ہماری رائے میں سبعہ احرف سے بنیادی طور پر لہجات مراد ہیں، البتہ ان کے ضمن میں لغات کے قبیل سے بلاغت کے متعدد اسالیب کا اختلاف بھی شامل ہے۔'' (رشد حصہ اول، ص273)۔

☆ ''اختلاف قراءت کے سلسلہ میں کسی اجنبیت کا شکار ہونے کے بجائے اس کے سلسلہ میں سادہ بصیرت کا استعمال بھی شافی اطمینان دے سکتا ہے۔ دیکھیے کہ ایک زبان جب مختلف علاقوں اور قبائل میں پھیلی ہوئی ہو تو بسا اوقات اس کے بعض الفاظ کے استعمالات اور لہجوں میں اتنا فرق ہوجاتا ہے۔......اللہ تعالیٰ کی طرف سے سات حروف (لغات اور لہجات) میں اتارنے کی ایک اہم حکمت یہ بھی تھی کہ اس کے پہلے مخاطبین ایک ہی لہجے کے تکلف کا شکار نہ ہوں''۔ (رشد ج ا، اداریہ، ص5-6)×

☆ جو قرآن مجید آسمانوں سے اترا ہے وہ صرف سات لہجات میں اترا ہے۔ (حافظ حمزہ مدنی، رشد ج ا، ص248)۔

اگرچہ حافظ صاحب نے یا کوئی بھی دوسرا فرد کوئی عقلی دلیل نہیں دے سکا کہ سات ہی لہجات کیوں؟ لہجے درجنوں نہیں،

×مولوی صاحب غالباً لغت اور لہجہ کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ ان کی سادگی پر قربان مگر دنیا کے اہل علم لغت اور لہجہ میں فرق کرتے ہیں، لہجہ (Accent) تلفظ یا طرز ادائیگی اور آواز کے اتار چڑھاؤ کو کہتے ہیں جبکہ لغت ایک مختلف بولی (زبان) (Dialect) ہوتی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا میں یہ تعریف مل جائے گی۔

Accent is the way you pronounce a word. Dialect is a diffrent language or different word.

لہجہ کسی لفظ کی ادائیگی کے طریقے کو کہتے ہیں جبکہ بولی ایک مختلف زبان یا مختلف لفظ ہوتی ہے۔

مولوی صاحبان ایک ہی سانس میں دو مختلف باتیں کہہ جاتے ہیں جس سے وہ تو شاید نہیں دیگر اہلِ علم یقیناً حیرت و تذبذب سے دوچار ہوجاتے ہوں گے۔ انہیں تو غالباً اس کا احساس ہی نہ ہوتا ہوگا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔

سینکڑوں نہیں، ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ہو سکتے ہیں۔ خود عربوں میں، اس وقت بھی جب قرآن نازل ہو رہا تھا اور آج بھی عرب ممالک میں ہی نہیں بلکہ سعودی عرب میں کئی لہجات عام ہیں۔ بات کتنی ہی غیر عقلی کیوں نہ ہو تاہم حافظ صاحب سبعہ احرف سے مراد لہجات ہی لیتے ہیں۔

☆ حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب بھی ارشاد فرماتے ہیں:

''اصل میں جس طرح مختلف زبانوں اور لہجوں کا فرق ہوتا ہے اس طرح عربی زبان میں بھی لب ولہجہ کا فرق موجود ہے'' (رشد ح ا، ص 41) مزید فرماتے ہیں:

''یہ مختلف لب و لہجے دیکھ کر بعض لوگ اشکال کا شکار ہو جاتے ہیں کہ قرآن مجید میں بھی اختلاف ہے حالانکہ یہ قرآن مجید کا اختلاف نہیں۔ آسان انداز میں بات یوں سمجھئے کہ دنیا کی ہر زبان کے اندر لب و لہجے کا اختلاف ہے۔ مثال کے طور پر آپ اردو زبان کو ہی لے لیں، اس میں ایک لفظ ہے 'ناپ تول' بعض لوگ اسے 'ماپ تول' کہتے ہیں، اس کے علاوہ ایک لفظ 'سسر' ہے بعض لوگ اسے 'سسر' بعض 'خُسر' کہتے ہیں۔ انگریزی زبان کا ایک لفظ ہے 'شیڈول' بعض انگلش بولنے والے اسے شیڈول اور بعض 'سکیجوئل' کہتے ہیں۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ایک غلط ہے اور دوسرا صحیح ......عرب کے مشہور قبائل جن کی لغتیں یا لہجے چلتے تھے وہ سات ہیں: قریش کے علاوہ مشہور قبیلہ، تمیم، ہذیل، غز، ربیعہ، ہوازن، اور ثقیف وغیرہ''۔ (بحوالہ سنن ترمذی: 2944، رشد، ح ا، ص 41)

بڑے حافظ صاحب محترم نے سبعہ احرف سے مراد لہجات لیے ہیں اور وہ بھی سات۔ لیکن مثالیں بڑی دلچسپ دی ہیں۔ Schedule کو شیڈول اور سکیجوئل پڑھنا تو بلاشبہ لہجے (Accent) کی مثال ہے۔ لیکن حضور 'خسر' اور 'سسر' کو کون ہوشمند لہجے کا اختلاف کہے گا۔ یہ تو الفاظ کا اختلاف ہے۔ ہم اوپر واضح کر آئے ہیں کہ لہجے کے اختلاف میں ایک ہی لفظ کو مختلف آواز یا تلفظ سے پڑھا جاتا ہے۔ مگر لغت یا زبان کے اختلاف میں الفاظ ہی مختلف ہوتے ہیں۔ رہی بات لہجات سات ہی کیوں؟ تو خود حافظ صاحب نے سات قبائل کی گنتی کے بعد لفظ ''وغیرہ'' کا استعمال غالباً غیر شعوری طور پر کر دیا ہے کہ مشہور قبائل صرف سات ہی نہیں ہو سکتے تھے۔

مولانا تقی عثمانی صاحب نے بجا طور پر اس نقطہ نظر پر تنقید کی ہے کہ: ''بہت سے محققین مثلاً حافظ ابن عبدالبرؒ علامہ سیوطیؒ اور علامہ ابن الجزریؒ وغیرہ نے اس قول کی تردید کی ہے۔ اول تو اس لیے کہ عرب کے قبائل بہت تھے۔ ان میں صرف سات کے انتخاب کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟''۔ (رشد حصہ اول، ص143)۔

-2 اعتراضات اپنی جگہ مگر مسئلہ کچھ کچھ حل ہوتا ہوا دکھائی دے رہا تھا لیکن اس کا کیا کیجئے کہ اسی رشد میں کئی علماء کرام نے اس حل کو مسترد کر دیا اور فرمایا کہ سبعہ احرف کا مطلب سات لہجے تو ہو ہی نہیں سکتے۔

☆ چنانچہ محمد فیروز الدین شاہ صاحب نے ڈاکٹر طہٰ حسین

صاحب کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''غرض وہ قراءت سبعہ کو غیر منقولی اور محض لغات و لہجات قرار دیتا ہے ......وہ حدیث سبعہ احرف کو محض ایک روایت کہہ کر رد کرتا ہے......اس شبہ کے رد کے لیے حرف مفردات قراءات پر نظر کرنا ہی کافی ہے۔ فرش الحروف کے مشاہدہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ **یہ تمام قراءات لغات ولہجات نہیں تھے**'' (رشد ح ا ص 413)

☆ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب نے ابن جریرؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ''ابن جریرؒ نے سبعہ احرف سے قبائل عرب کی **سات لغات** مراد لی ہیں'' (رشد ح ا ص 131)۔

☆ مولانا تقی عثمانی صاحب کتاب کا حوالہ ''رشد'' نے خود دے دیا جو سبعہ احرف کو لہجات نہیں مانتے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس موضوع پر مزید لکھنا محض تکرار ہو گا' کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر 'سبعہ احرف' کے مفہوم میں متقدمین میں اختلاف تھا تو ''رشد'' نے آکر کیا خاص کارنامہ سرانجام دیا؟ اگر اس مسئلے کو حل کیا ہوتا تو کوئی بات بھی تھی ''رشد'' کے مطالعہ سے ہمیں تو یہ معلوم ہوا کہ:

> ''ان تمام حقائق کے باوجود جب اس سلسلے میں وارد ہونے والی جملہ احادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو **ایسی کوئی عبارت ہمیں دستیاب نہیں ہوئی جو 'سبعہ احرف' کی ایسی کامل اور شافی تفسیر کر دے جس سے نزاع ختم اور اختلاف کے دروازے بند ہو جائیں''**۔ (ابومجاہد عبدالعزیز القاری' رشد ح ا'' ص 123)۔

''سبعہ احرف'' والی حدیث کے بارے میں پینتیس اقوال ہوں یا چالیس ان سب پر ''رشد'' کا ایک یہی قول بھاری ہے۔ اب جبکہ اس چیستاں کا کوئی ایسا معقول مفہوم دریافت ہی نہیں ہوسکا تو ''اہلِ رشد'' کی مرضی ہے کہ اس پر تمام عمر آپس میں یا کسی پر منکرِ حدیث کا لیبل لگا کر سر پھٹول کرتے پھریں' میرا تو نہیں خیال کہ کوئی اہلِ علم ان سے اس میدان میں آکر پنجہ آزمائی کرسکتا ہے۔ کیونکہ بعض لوگوں کی ذہنی ساخت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہ کسی کی بات سنتے ہی نہیں بس اپنی سنانے پر مصر ہوتے ہیں۔

''سبعہ احرف کے سلسلے میں ''رشد'' کی ''عالمانہ'' اور ''تسلی بخش'' گفتگو کے بعد یہ دیکھتے ہی کہ اس کا تعلق سبعہ قراءت سے کیا ہے؟ آئیں 'رشد' سے رہنمائی حاصل کریں۔

2- سبعہ احرف قراءات سبعہ ہی ہیں۔

☆ الشیخ علامہ عبدالفتاح القاضی نے اپنے مضمون بعنوان ''احادیث رسول کی روشنی میں ثبوت قراءت'' کے تحت سبعہ احرف والی حادیث کا ذکر فرما کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس حدیث کا اطلاق قراءت سبعہ ہی پر ہے۔ (رشد ح ا ص45)۔

☆ قاری صہیب احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ''یہ بات تو بدیہی طور پر واضح ہے کہ دین اسلام 'حروف' (قراءات) میں طعن سے مکمل طور پر کنارہ کش ہے کیونکہ قراءات دین میں اصل حقیقت ہیں' جیسا کہ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے

فرمایا ''قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا اس میں جھگڑنا کفر ہے''۔(رشد' ح ا' ص 65)۔

حافظ انس نضر مدنی صاحب کا بھی اصرار ہے کہ:

''قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور صحابہ کرامؓ نے بالمشافہ آپ ﷺ سے قرآن سیکھا۔ صحابہؓ سے تابعینؒ' تابعین سے تبع تابعین نے یہ حروف سیکھے اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ معاملہ ان معروف و مشہور قراء سبعہ تک پہنچ گیا۔ (رشد ح ا۔ص 289)۔

اسی طرح حافظ حمزہ مدنی صاحب (رشد' ح ا' ص 272) اور قاری فہد اللہ مراد صاحب (رشد ح ا' ص 671) بھی اصرار کرتے ہیں کہ سبعہ احرف کا مصداق موجودہ قراءات سبعہ (بلکہ قراءات عشرہ) ہیں۔ اس سلسلے میں میاں چنوں کے کوئی شیخ الحدیث ہیں جن کا نام گرامی حافظ عبدالستار حماد ہے۔ (رشد حصہ اول' ص 13) میں ان کا درسِ حدیث سامنے ہے جن کے تعارفی نوٹ میں فرمایا گیا ہے کہ: ''ان کو اللہ تعالیٰ نے اس امتیاز سے نوازا ہے کہ آپ حدیث و علومِ حدیث پر گہری نظر رکھتے ہیں اور قرآن و علوم قرآن کے بھی مخصص ہے کیونکہ آن جناب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیہ القرآن الکریم سے سند فضیلت رکھتے ہیں''۔ (لفظ ''کیونکہ'' ہمارا نہیں بلکہ ادارہ رشد نے اسی طرح لکھا ہے) یہ صاحب اس وقت میاں چنوں کے کسی الدراسات الاسلامیہ کے رئیس ہیں۔ اتنے بڑے تعارفی نوٹ کے بعد ان کی اس موضوع پر اچھوتی اور دلنشین تحقیق ملاحظہ ہو۔

''بہر حال قراءت متواترہ جنہیں احادیث میں ''احرف سبعہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے وہ آج بھی موجود ہیں اور اس کے انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے'' (ص 16) اب جس چیز کی کوئی معقول وجہ نہ ہو اس کو ''بہر حال'' ظرافت طبع کی وجہ سے ہی بیان کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہی موصوف یہ بھی ارشاد فرما دیتے ہیں کہ: ''سبعہ احرف'' سے مراد ان سات آئمہ کی قراءات ہر گز نہیں ہیں جو اس سلسلہ میں مشہور ہوئے ہیں' کیونکہ پہلا شخص جس نے ان سات قراءت کو جمع کرنے کا اہتمام کیا وہ ابن مجاہد ہے جس کا تعلق چوتھی صدی سے ہے''۔

ہم یقیناً اس پوزیشن میں نہیں کہ کسی شیخ الحدیث صاحب کے کسی بھی قول کو غلط قرار دیں۔ ان کا یہ قول یقیناً درست ہوگا کہ ''سبعہ احرف'' سے مراد ان سات آئمہ کی قراءات نہیں۔ اور یہ بھی بلا شک وشبہ درست ہوگا کہ سبعہ احرف سے مراد ہی قراءات متواترہ ہیں جو آج کل موجود ہیں۔ البتہ جو ان کے اقوال میں شک کرے وہ منکرِ حدیث اور متجدد ہے۔ اب اگر اپنے آپ کو کسی اہل حدیث یا شیخ الحدیث کے نزدیک معتبر تسلیم کروانا یا اپنی پگڑی بچانا ہے تو لازماً ان کے اقوال مبارکہ کو ''معقول'' ہی تسلیم کرنا ہوگا ورنہ گئے دونوں جہان سے۔

اسی موضوع پر ماہنامہ ''طلوع اسلام'' میں جناب جمیل احمد عدیل کے شائع شدہ مضمون پر تنقید کرتے ہوئے محترم قاری محمد صفدر صاحب ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ہم اس ضمن میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ جو حدیث آپ نے عمرو ہشام والی نقل فرمائی ہے اگر آپ اس پر ہی غور کرتے (جو شاید بغض حدیث کی وجہ سے نصیب نہ ہوا) تو معلوم ہو جاتا کہ احرف سبعہ

"اور قراءات سبعہ کوئی الگ الگ چیز نہیں ہیں" ۔

ہم محترم قاری صاحب سے صرف اتنی گزارش کریں گے کہ وہ ہمت کر کے دیوبندی عالم محترم ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب پر بھی بغض حدیث کا فتویٰ جڑ دیں کیونکہ انہوں نے بھی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ''عام طور پر علما و قراء حضرات ان سب (سبعہ احرف والی) حدیثوں کا ایک ہی مضمون مانتے ہیں' اس لیے ان کو ایک دوسرے پر محمول کرتے ہیں' لیکن اس صورت میں حروف سبعہ کی جو بھی تفسیر کی جائے وہ ایسی نہیں کہ اس پر کوئی اعتراض و اشکال نہ رہتا ہو'' (رشد ح ا ص 131)

اس سے بڑھ کر ایک دوسرے دیوبندی ممتاز عالم مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی رائے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ قاری محمد صفدر صاحب و دیگر اہل حدیث کی رائے تو بالکل ہی غلط اور باطل ہے چنانچہ ان کا ارشاد غور سے پڑھیں: ''بعض حضرات (مثلاً مدنی حضرات و قاری محمد صفدر وغیرہ) یہ سمجھتے ہیں کہ اس (یعنی سبعہ احرف) سے مراد سات مشہور قاریوں کی قراءتیں ہیں' لیکن یہ خیال تو بالکل ہی غلط اور باطل ہے'' (رشد ح ا ص 142)۔

یہ خیال مبارک' کئی لکھاریوں نے حصہ دوم میں بھی ظاہر کیا ہے کہ سبعہ احرف دراصل سبعہ قراءات ہی ہیں۔ مثلاً مولانا بشیر احمد عثمانی (ص 53)' صہیب احمد میر محمدی (ص 74)' ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر (ص 152)' قاری محمد عزیز (ص 165)' قاری محمد ادریس العاصم (ص 263) وغیرہ جبکہ اس کی تردید کرنے والے بھی بے شمار حضرات موجود ہیں۔ جن کی کئی مثالیں حافظ محمد مصطفیٰ راسخ کے عربی اور مولانا محمد اصغر صاحب کے اردو میں جمع شدہ فتاویٰ میں مل جاتی ہیں۔

جمیل احمد عدیل صاحب پر تو بغض حدیث رکھنے کا فتویٰ لگا دیا گیا کیونکہ ان کا مضمون طلوع اسلام میں شائع ہوا تھا مگر محترم مفتی عبدالواحد صاحب' بالخصوص مولانا محمد تقی عثمانی صاحب پر یہ فتویٰ اس لیے لگانا ممکن نہیں کیونکہ ان کے مضامین ''رشد'' میں شائع ہوئے ہیں۔ البتہ ان کے مطابق قاری صفدر صاحب کا موقف تو بالکل غلط اور باطل ہے چاہے انہوں نے بغض حدیث میں یہ کہا ہو یا حبِ حدیث میں' ویسے ہمیں یہ بخوبی علم ہے کہ احناف اور دیوبندیوں کو یہ حضرات کن کن ناموں سے یاد کرتے رہتے ہیں۔

3- اس سلسلے میں رشد کے چند اور خیالات سے مستفید ہوتے چلیں تو چنداں مضائقہ نہیں:

(الف) ' بالعموم تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ سبعہ احرف سے مراد سات لغات ہیں۔ ہماری رائے میں بھی یہ توجیہ و رائے ہی قوی ہے'' (حافظ حمزہ مدنی' رشد ح ا ص ۲۶۸)۔

(ب) ''حروف سبعہ کی تعین میں بہت اختلاف ہے بعض لوگوں نے اس سے سات لغات مراد لی ہیں لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ سیدنا عمرؓ اور ہشامؓ دونوں قریشی تھے' ان کی لغت ایک تھی اس کے باوجود ان کا اختلاف ہوا۔ یہ کوئی معقول بات نہیں کہ رسول ﷺ ایک ہی آدمی کو قرآن مجید ایسی لغت میں سکھائیں جو اس کی لغت نہ ہو'' (ابو محمد حافظ عبدالستار حماد' رشد ح ا ص

14)۔

محترم حافظ حمزہ مدنی صاحب یہ ضرور بتائیں کہ آپ ایسی ''نامعقول'' بات اپنے نبی ﷺ سے کیوں منسوب کرتے ہیں؟

(ج) قاری صہیب احمد صاحب رشد ح ا ص 60 پر تو ابن ساعاتیؒ کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں کہ ''قراءات سبعہ متواترہ ہیں، ہاں قرآن کا بعض حصہ غیر متواتر ہے جیسا کہ مالک اور ملک وغیرہ، لیکن صفحہ 61 پر امیر بادشاہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''قرآن سارے کا سارا متواتر ہے''

(د) حافظ انس نضر مدنی صاحب ایک جگہ (رشد ح ا ص 294) میں فرماتے ہیں: ''وہ قراءات جن کی سند متواتر یا مشہور نہ ہو انہیں قراءات شاذہ کہا جاتا ہے، بطور قرآن ان کی تلاوت جائز نہیں لیکن فوراً ہی اگلے صفحہ (61) میں یہ تحقیق بھی قارئین کی نظر کرتے ہیں کہ'' تیسری قسم یعنی احاد قراءات جو اگرچہ قراءات شاذہ میں شامل ہے لیکن بعض علماء اسے نماز میں پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں''۔

(ر) انکار قراءات کے حکم کے تحت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب صریحاً لکھتے ہیں کہ انکار قراءات کے باعث کوئی کافر نہیں ہوگا (رشد ح ا ص 140) جبکہ قاری صہیب احمد صاحب کا ارشاد ہے کہ منکرِ قراءات کافر ہے (ایضاً ص 66) نیز حافظ محمد مصطفیٰ راسخ (رشد ح ا ص 243)، محمد ابراہیم میر محمدی (رشد ح ا ص 429-431)، قاری محمد یحییٰ رسولنگری (رشد ح ا ص 613) کا بھی یہی ارشاد گرامی ہے۔

(س) **قرآن اور قراءات مختلف ہیں یا ایک**: ''رشد'' ہمیں بتاتا ہے کہ یہ ایک ہی ہیں اور یہ بھی بتاتا ہے کہ ان میں فرق ہے۔ ملاحظہ کیجئے'' آپ یوں نہیں کہہ سکتے کہ یہ قراءات ہے اور یہ قرآن ہے (یہاں لفظ قراء ت (واحد) آنا چاہیئے، مگر'' رشد'' کی مرضی......) اگر آپ قرآن اور قراءات کو الگ کریں گے تو اس میں قرآن کس کو کہیں گے؟'' (دیوبندی عالم ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی صاحب، رشد ح ا ص 612) اس کا جواب ''رشد ہی ہمیں اہلِ حدیث حافظ حمزہ مدنی سے یہ دلواتا ہے کہ'' قرآن اور قراءات میں فرق ہے۔ قرآن کہتے ہیں ان الفاظ کو جو منزل من اللہ ہے اور قراءات اسی قرآن کی خبر کو کہتے ہیں'' (رشد ح ا ص 248)۔ ان کی تائید میں ''رشد'' ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کو لے آتا ہے جن کا ارشاد ہے: '' قرآن اور چیز ہے اور قراءات اور چیز ہیں۔ قرآن تو اس چیز کا نام ہے جو مصاحف کے اندر ثبت ہے اور رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اور تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ جبکہ قراءات زبان سے اس کی ادائیگی کا نام ہے،

قرآن ایک ہے اور قراءات متعدد ہیں'' (رشد ا' ص139)۔

رشد حصہ دوم' صفحہ 791 پر مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب کا ارشاد ہے کہ قرآن اور قراءات ایک ہی چیز ہیں' حیرت اس پر ہے کہ ان ہی کے صاحبزادے حافظ حمزہ مدنی صاحب 'رشد' حصہ اول ص 278 میں اپنے والد صاحب محترم کی تردید کر چکے ہیں۔

ہوسکتا ہے یہاں ''اہل رشد'' کہہ دیں کہ محققین میں اختلاف کوئی نئی چیز نہیں ہے۔لیکن اختلافات کو مخالفت اور گمراہی تک پہنچا دینا اہل تحقیق کا شیوہ ہرگز نہیں ہے۔اس کا ثبوت محمد ابراہیم میر محمدی نے اسی مسئلے پر دیا ہے۔اس کا ترجمہ حافظ زبیر نے کیا ہے۔وہ مستشرقین کا جائزہ لیتے ہوئے محترم جاوید احمد غامدی صاحب کو بھی متجدّد کا لقب دیکر گولڈز ہیر اور نولڈ میں شمار کرتے ہیں۔ان کا ارشاد ہے ''گولڈز ہیر اور نولڈ کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن اور قراءت دونوں الگ الگ شعبے ہیں'' نیز فرماتے ہیں ''اسی قسم کا قول متجددین میں سے ایک ایسے شخص کا بھی ہے' جو اپنے آپ کو فکر اسلامی (غالباً فکر اصلاحی مراد ہے کیونکہ آگے ایسا ہی ارشاد فرمایا گیا ہے)' کا نمائندہ تصور کرتا ہے۔ **پس فکر اصلاحی کے نمائندے کا یہ دعوی ہے کہ قرآن اور قراءات دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔** ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی دلیل ان کے پاس موجود نہیں ہے'' (رشد ا'ص 433-434)۔

آگے اس کی تصریح کرتے ہیں تاکہ کسی کو کوئی غلط فہمی نہ ہو جائے کہ فکر اصلاحی کا نمائندہ کون ہے۔ان کا ارشاد ہے کہ ''فکر اصلاحی کے علمبردار جاوید احمد غامدی مراد ہیں' اللہ ان کو ہدایت دے''۔(ایضاً'ص 435) ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کو تو خیر جانے دیں کہ یہ ''فکر دیو بند'' کے علمبردار ہیں' مگر میر محمدی صاحب کی محترم جاوید غامدی صاحب کے حق میں دعا کو دیکھتے ہیں اور پھر حافظ حمزہ مدنی صاحب کا یہی گولڈز ہیر اور نولڈ والا 'گمراہ کن' نظریہ دیکھتے ہیں کہ قرآن اور قراءات میں فرق ہے تو حیرت میں ڈوب جاتے ہیں کہ یہ ''دعائے خیر'' حمزہ مدنی صاحب کے حق میں کیوں نہیں کی جاتی؟

ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ جاوید احمد غامدی صاحب پر تنقید میر محمدی صاحب نے کی ہے یا یہ غصہ جناب مترجم نے خود اتارا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حافظ زبیر صاحب کی زندگی کا اہم مشن جاوید احمد غامدی صاحب کی مخالفت ہے جس کے مظاہر آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں۔

(ص) مصحف عثمانی اور مصحف محمدی

یہ عنوان تو ہمارا ہے لیکن سارا مواد اہلِ رشد ہی کا مہیا کردہ ہے۔سب سے زیادہ افسوس ناک اور پریشان کن مسئلہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ 'اہل رشد' نے شعوری یا لاشعوری طور پر دشمنان اسلام کے ہاتھ ہی مضبوط کئے ہیں۔ڈاکٹر محمد اکرم چودھری صاحب مستشرقین کی ان نامسعود کاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:''اختلاف قراءات پر مبنی روایات کا جو ذخیرہ اس (آرتھر جیفری) نے پیش کیا ہے ان روایات کی اسناد خود

جیفری کے اعتراف کے مطابق مکمل ہیں اور نہ مستند'' (رشدح ا ص393)۔

''اہل رشد'' ان تمام روایات کو سند کے ساتھ مستند بنا کر جیفری کی روح کو تو شاید سکون نہ پہنچا سکیں' لیکن آنے والے مستشرقین کے ہاتھ ضرور مضبوط کئے ہیں۔ آرتھری جیفری جس منصوبے پر کام کرنا چاہتا تھا وہ تو ڈاکٹر صاحب کے ارشاد کے مطابق اتحادی فوجوں کی بمباری سے تباہ ہو گیا۔ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ منصوبہ تھا کیا۔ ڈاکٹر صاحب کے بقول'' دراصل جیفری قرآن کے تنقیدی نسخے کو اس طرح مرتب کرنا چاہتا تھا کہ ایک صفحے پر کوفی خط میں متن قرآن ہو اس کے سامنے دوسرے صفحے پر تصحیح و تنقیح شدہ حفص روایات اور حواشی (footnotes) میں قرآن حکیم کی تمام معلوم قراءاتوں کو بیان کر دیا جائے'' (رشدح ا ص394)۔

جیفری جس نسخے کے حواشی میں روایتوں میں مذکور قراءتوں کو بیان کرنے کی کوشش کرتا رہا اب ماشاءاللہ ''اہل رشد'' اس سے چند قدم آگے بڑھ کر محض حواشی میں نہیں بلکہ قرآنی متن کی حیثیت سے الگ قرآن بلکہ کئی اقسام کی قراءتیں شائع کروانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس سے قبل ان کا ذکر محض روایات میں ملتا تھا' البتہ چند مدارس میں یہ قراءات پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ ان کی بنیاد پر کوئی مصحف موجود نہ تھا۔ ''رشد'' ہی کا ارشاد ہے کہ: ''جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ قواعد وضوابط اور پڑھنے کا انداز تو کتب قراءات میں موجود ہیں لیکن **باقاعدہ مصاحف کی شکل میں موجود نہیں ہیں۔** کلیۃ القرآن الکریم' جامعہ لاہور کے فضلاء میں سے تقریباً بارہ محقق اساتذہ نے محنت شاقہ فرما کر تین سال کے عرصے میں **وہ تمام غیر متداولہ قراءات** میں سولہ مصاحف تیار کر لئے ہیں اور جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ کام اپنی نوعیت اور جامعیت کے حوالے سے **تاریخ اسلام کا پہلا کام ہے**'' (قاری فہداللہ مراد' رشدح ا ص678)۔

ظاہر ہے **تاریخ اسلام کا یہ پہلا کام جو غیر متداولہ قراءات** پر مشتمل ہوگا جب سامنے آئے گا تو کوئی بھلا یا بھولا آدمی احمد دیدات کی طرح یہ نعرہ مستانہ لگا کر میدان میں نہیں آ سکتا کہ ہمارا قرآن مشرق سے مغرب تک ایک ہی ہے اور اس میں کسی زیر' زبر یا شوشے کا فرق نہیں۔ وہ کام جو سرانجام دیتے ہوئے جیفری صاحب ''شہید'' ہوئے تھے اب ماشاءاللہ ایک قدم آگے بڑھ کر ''اہل رشد'' سرانجام دیں گے۔ اب اہل حدیثوں کا قرآن اور ہوگا اور اہل فقہ کا کوئی اور۔ تاہم ابھی تک معلوم نہ ہو سکا کہ یہ سب '' غیر متداولہ قرآن'' ' مصحف محمدی کہلائیں گے یا مصحف عثمانی' کیونکہ ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی صاحب ان دونوں مصاحف کے جمع کئے جانے کی ''حکمت'' مختلف بیان کرتے ہیں۔ لیکن حکمت بیان کرتے ہوئے سب کچھ بھول جاتے ہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ نبی اکرمؐ نے اپنی زندگی میں مکمل قرآن جو لکھوایا تھا اس کی 'حکمت' بیان کرتے ہوئے دو وجہیں بیان کی ہیں:

''1- قرآن مجید میں چونکہ وحی باللفظ ہے اور روایت باللفظ میں الفاظ کی تبدیلی کا چونکہ اندیشہ ہے اس لئے قرآن کریم کا رسم خط لکھوایا تاکہ قرآن کے الفاظ محفوظ رہ سکیں۔

2-مابعد ادوار میں قرآن یا اس کے لفظوں کے حوالے سے کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو کوئی ایسا معیار موجود ہو جو اختلافات کی صورت میں بطور معیار موجود ہو" ("رشد" ح2' ص333)۔

اگلے ہی صفحے پر حضرت عثمان کے جمع کردہ قرآن کی "حکمت" بیان کرتے ہیں:

"اس ضمن میں درپیش مشکل یہ تھی کہ لوگ قرآن کی تبیین کے ضمن میں رسول اللہؐ کے ارشادات کو بھی قرآن کے ہمراہ لکھ دیتے تھے' جنہیں بعد ازاں قرآن سے الگ نہ لکھنے کی وجہ سے غلطی سے تلاوت قرآن میں بطور قراءات داخل کر لیا جاتا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس قسم کے تغیری کلمات کا اختلاف بھی زوروں پر پہنچا ہوا تھا۔ لوگوں میں ان تفسیری توضیحات کے ضمن میں شدید اختلاف چل رہا تھا کہ بعض لوگ انہیں قراءت کا درجہ دیکر باقاعدہ تلاوت کرتے" ("رشد" ح2' ص334)۔

ڈاکٹر موصوف جذباتی تقریر کرتے وقت بھول گئے کہ وہ پہلے نبی اکرمؐ کے جمع کردہ قرآن کی وجہ خود یہ بیان کر چکے تھے کہ وہ "مابعد ادوار میں قرآن یا اس کے لفظوں کے حوالے سے کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو وہ بطور معیار کام دے" اگر یہ بات واقعی درست ہو تو حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی" چہ معنی دارد؟ چنداں پریشانی کی ضرورت اس لیے نہیں کہ غلط اور خلاف حقیقت موقف پر ہٹ دھرمی اور اصرار سے ایسی ہی صورت حال پیدا ہوتی ہے۔

تاہم اہل رشد کی تکنیک یہ معلوم ہوتی ہے کہ عوام کو فوری طور پر صحیح صورت حال معلوم نہ ہو سکے۔ کیونکہ پاکستان میں اگر غیر متداولہ یعنی قرآن مجید کے ایسے نسخے جو پہلے رائج نہ رہے ہوں' عوام تک پہنچ جائیں تو ان کا حشر معلوم۔ چنانچہ ان کی رائے یہ ہے کہ: "(ایسے غیر متداولہ) جمع روایات میں قرآن شائع کرنے کے بعد ان کو پوری دنیا کی لائبیریریوں میں پہنچایا جائے۔ عوامی سطح پر لانے سے پرہیز کیا جائے۔ البتہ رائے عامہ ہموار کرنے کے بعد عوامی سطح پر بھی لایا جا سکتا ہے۔" (رشد ح1' ص681)۔

اسی طرح بہت سے مضامین میں اختلافِ قراءات کی بے شمار "حکمتیں" بیان کی گئی ہیں اور ان کو "رحمت" قرار دیا گیا ہے۔ ہم صرف اداریے میں ہی مذکور چند مثالوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ اداریہ نویس کا ارشاد ہے: "علم قراءات اور تفسیر قرآن: تفسیر کا معنی ہے الفاظ قرآنیہ کا مفہوم اس طرح پوری وضاحت سے بیان کر دیا جائے کہ ان کا کوئی ابہام یا اجمال باقی نہ رہے۔ علم قراءات بھی مجمل الفاظ کی تفصیل اور ابہام کی توضیح کرتا نظر آتا ہے' مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے: وان کان رجل یورث کلالۃ او امراۃ ولہ اخ او اخت لکل واحد منھما السدس (النساء12) آیت مذکورہ میں "اخ" اور "اخت" میں ابہام

ہے کہ وراثت کی تقسیم میں ذکر کیا گیا حصہ کس بھائی اور بہن کا ہے؟ حقیقی (سگے) بھائی اور بہن مراد ہیں، علاقی (جو باپ کی طرف سے ہوں) یا اخیافی (جو ماں کی طرف سے ہوں) تو دوسری قراءات میں اس کی وضاحت یوں موجود "وله اخ او اخت من ام"

اسی طرح دوسری مثال سورۃ المائدہ سے دیتے ہیں کہ اصل قرآن میں تو "او تحریر رقبة" کے الفاظ آئے ہیں لیکن "آیت بالا میں لفظ 'رقبة'" کی وضاحت موجود نہیں کہ قسم کا کفارہ دیتے ہوئے اگر غلام آزاد کرنا مقصود ہو تو کیا غلام میں کوئی تمیز موجود ہے کہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم؟ یا کسی بھی غلام کو آزاد کیا جا سکتا ہے؟ تو قراءات کا اختلاف ہمیں بتاتا ہے کہ اس ضمن میں غلام کا مسلمان ہونا ضروری ہے، کیونکہ دوسری قراءات میں لفظ 'رقبه' کی صفت "مومنة" سے بیان ہوئی ہے۔ بنا بریں ہم کہتے ہیں کہ کسی بھی مسئلے کی تفسیر میں ایک قراءت سے معنی اس طرح واضح نہیں ہوتے جیسے متنوع قراءات مسئلہ کو کھول کر بیان کرتی ہے" (رشد، ص 3)

اداریہ نویس نے اس طرح دیگر 'حکمتیں'، "نصوص کا ظاہری تعارض اور علم قراءات"، اور "مختلف فقہی احکام کا استنباط اور علم قراءات" کے عنوانات کے تحت بیان فرمائی ہیں۔ ہم حیران صرف اس بات پر ہیں کہ ہم انا لله پڑھیں یا کوئی تبصرہ کریں۔

ہمیں دوران مطالعہ جا بجا "رشد" کا انداز بحث کچھ ایسا لگا جیسے وہ اصلاح فکر سے زیادہ تکنیکی طور پر مخالفین کو ناک آؤٹ کرنا چاہتا ہو۔ انگریزی مقولے کے مطابق "کسی کو برا نام دو اور اسے مار دو" کے مصداق اپنے سے جدا نقطہ نظر رکھنے والے کو منکر حدیث، منکر قرآن، متجدّد وغیرہ کہہ کر اس کی بات کو رد کرنا محض جذباتی انداز بیان ہی کے تحت آ سکتا ہے۔ حالانکہ بعض اوقات ان کی بات خود ان کی پارٹی کے لوگ بھی کہہ رہے ہوتے ہیں اور ان کی بات کو تحقیق و تحسین کے نقطہ نظر سے سامنے لایا گیا ہے، تاہم ہمیں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے مضمون کی اشاعت پر حیرت انگیز مسرت ہوئی ہے۔

ہمارا حسن ظن ہے کہ ان پر "منکر حدیث" ہونے کا فتویٰ اہل حدیث حضرات نے واپس لے لیا ہوگا۔ ایک زمانے میں وہ ان کے نزدیک مانے ہوئے 'منکر حدیث' تھے۔ بلکہ اہل حدیث کے ایک مشہور عالم محمد اسماعیل سلفی صاحب مرحوم نے اپنی کتاب میں ...... حجیت حدیث میں مولانا مودودیؒ اور ان کی حدیث کے متعلق نظریات کے خلاف اعلان جہاد کر رکھا تھا۔ لیکن کوئی حرج نہیں اگر ایک "منکر حدیث" کو اپنے مقصد کے لئے مفید سمجھتے ہوئے (غلط یا صحیح) استعمال کر لیا جائے تو یہ اہل حدیث کے مصالح المرسلہ کی تعریف یا نظریہ ضرورت کے عین مطابق ہو گا۔ لیکن ہم حسن ظن بہر حال یہی رکھیں گے کہ ان پر سے منکر حدیث ہونے کا فتویٰ واپس لے لیا گیا ہوگا۔ آگے جا کر شاید کوئی موقع ایسا نکل آئے کہ مولانا امین احسن اصلاحیؒ محترم جاوید احمد غامدی صاحب حتیٰ کہ محترم غلام احمد پرویز مرحوم بھی قابل قبول ہو

جائیں۔ایساوقت آتے کچھ دیرنہیں لگتی۔

''رشد'' میں مولانا امین اصلاحیؒ محترم جاوید احمد غامدی صاحب اور طلوع اسلام کے خلاف ایک مضمون میں ''عالمانہ''اندازتحریر دیکھنے کوملا۔حافظ محمد زبیرصاحب اور محمد رفیق چودھری صاحب کے اندازتحریر کا ہمیں کچھ کچھ اندازہ تھا۔ہمیں افسوس ہے کہ اس سے قبل قاری محمد صفدر صاحب سے ہم کبھی مستفید نہ ہوسکے تھے۔اسے ہم اپنی بدقسمتی اور کم علمی پر ہی محمول کریں گے۔

محمد رفیق چودھری صاحب کے مضمون سے معلوم ہوا کہ مولانا امین اصلاحیؒ صاحب تدبرالقرآن میں ''احمقانہ'' دعوی کرتے رہے اور علمیت کے نہیں 'جہالت' کے دلائل فراہم کرتے رہے(رشدح ا'ص518) ہمیں اس کا صدمہ ہے کہ مولاناؒ کی زندگی میں چودھری صاحب اپنا''فہم دین''ان تک نہ پہنچا سکے۔مولانا محترم یقیناً چودھری صاحب کی شاگردی اختیار کرنے پرفخر محسوس کرتے۔جمیل احمد صاحب نے طلوع اسلام کے ایک مضمون میں دعوی کیا تھا کہ احرف سبعہ کی تعریف متعین نہیں ہے۔اس پر قاری محمد صفدر صاحب نے اصل موضوع پر بات کرنے سے پہلے بطور مقدمہ یہ لکھا کہ:''قراءات پرتنقید کرنے کا شوق ہےلیکن موصوف کو اتنا علم نہیں کہ لفظ قراءات کارسم کیا ہے۔اپنے پہلے مضمون میں جتنی دفعہ انہوں نے اس لفظ کو استعمال فرمایا وہ قرأت لکھا حالانکہ اس کا رسم 'قراء ت' ہے' (رشد ح ا ص450)۔

قاری محمد صفدر صاحب سے زیادہ اور تفصیل سے یہی اعتراض حافظ محمد زبیر صاحب نے دہرایا۔انہوں نے محترم جاوید احمد غامدی صاحب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

> ''غامدی صاحب کی عربی دانی : غامدی صاحب قراءات متواترہ پرتنقید کا شوق فرمارہے ہیں اور کیفیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میزان میں ص25-33 تک قرأت کے اختلاف' کے عنوان سے سے قراءات متواترہ پر بحث کی ہے اور' قرأت کا لفظ اپنی اس بحث میں تقریباً34 دفعہ لے آئے ہیں اور ہر دفعہ انہوں نے اس لفظ کو' قرأت ہی لکھا ہے' گویا انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ لفظ قرأت نہیں بلکہ' قراءت ہوتا ہے جس کی جمع 'قراءات' ہے۔''(رشدح ا'ص496)۔

ہم قاری صاحب اور حافظ صاحب کی بات مان لیتے ہیں۔لیکن کیا وہ اس کی وضاحت کریں گے کہ اصل لفظ اگر بڑی تاء سے قراءات ہےتو چھوٹی تاء سے' قراءۃ کیونکر درست ہوگا؟ اگرنہیں ہوگا(جس طرح کہ کلمہ التابوت اور ءالتابوۃ دونوں طرح درست نہیں ہے) پھر رشد حصہ دوم میں مولانا مبشر احمد ربانی صاحب نے(ص54)' قاری صہیب احمد میرمحمدی صاحب نے (ص60-75)' قاری صہیب احمد صاحب نے (ص394 تا 397) اور بڑے حافظ صاحب یعنی حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب نے(ص677) یہ لفظ چھوٹی تا سے' قراءۃ' کیوں لکھا؟

شاید آپ منطق کی کسی شاخ کو کھینچ تان کر اسے بھی درست قرار دیں‘ حالانکہ آپ کے نزدیک درست لفظ ایک ہی ہے۔ دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ جو آپ لوگوں کے نزدیک منکر حدیث تھے‘ کے مضمون کو نقل کرتے وقت یہ نشاندہی بھی کر دیتے کہ ان کی عربی دانی بھی ویسے ہی ہے کیونکہ مذکورہ مضمون (رسائل و مسائل حصہ سوم صفحہ 120 تا 133) میں بھی لفظ قرأت (جمع قرأتین) اسی شکل میں موجود ہے۔ اس کی تفصیل ہم بتا دیتے ہیں۔ یہ لفظ صفحہ 126 پر 5 دفعہ‘ 127 پر 3 دفعہ‘ 128 پر 6 دفعہ‘ 129 پر 7 دفعہ‘ 130 پر 7 دفعہ‘ 131 پر 8 دفعہ‘ 132 پر 10 دفعہ اور صفحہ 133 پر 5 دفعہ‘ یعنی مجموعی طور پر 51 دفعہ آیا ہے جو بہر حال جاوید احمد غامدی صاحب سے 18 مرتبہ زیادہ استعمال ہوا ہے۔ لیکن شاید یہ ذکر کرنا آپ کے لئے مفید مطلب نہ تھا۔

آپ کی مزید اطلاع کے لئے عرض ہے کہ علمی اردو لغت (وارث سرہندی) میں تین جگہوں پر‘ شان الحق حقی صاحب کی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں لفظ Recitation کے تحت اور فیروز سنز کی اردو انگلش ڈکشنری میں یہ لفظ قرأت ہی لکھا ہے نہ کہ قراءت۔ ان سب کو بھی جانے دیں لیکن اس کی کیا توجیہہ ہو گی کہ آپ کے لئے مکمل سند رکھنے والے شیخ المشائخ امام القراء ابو محمد محی الاسلام عثمانی پانی پتی نور اللہ مرقدہ کی کتاب شرح قرا آت ص احصہ اول کے صفحہ 29 پر تین جگہوں پر لفظ قراءت کو ’قرائت‘ لکھتے ہیں جو بالکل مختلف ہے۔ اور باقی جگہوں پر چھوٹی تا ’ة‘ سے غالباً یہاں آپ کتابت کی غلطی قرار دے دیں۔ چونکہ بقول عطاء الحق قاسمی کج بحثی کا اپنا ہی مزہ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم خاموش ہو جائیں گے۔ (کتاب کا ٹائیٹل ہی آپ لوگوں کے نزدیک غلط ہوگا۔ کیونکہ آپ تو قراءت جمع ”قراءات“ ہی کو درست مانتے ہیں۔ قرآآت کس طرح درست ہوسکتا ہے)

ہم آپ کے بیان کردہ لفظ کو غلط نہیں قرار دیتے‘ بلکہ عرض مدعا یہ ہے دوسرے اہل علم بھی جو لفظ استعمال کرتے رہے ہیں‘ شاید یہ اتنا غلط بھی نہ ہو کہ دوسروں کی عربی زبان ہی مشکوک ہو کر رہ جائے۔

”رشد“ کے دونوں حصوں میں دو تین مضامین قابل قدر بھی ہیں۔ مثلاً حصہ اول میں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کا مضمون جو ایک مختلف اور اجتہادی شان رکھتا ہے اور مسلک اہل حدیث اور جملہ ائمہ کرام سے یکسر مختلف ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ:

”عام طور پر علماء و قراء حضرات ان سب حدیثوں کا ایک ہی مضمون مانتے ہیں اس لئے ان کو ایک دوسرے پر محمول کرتے ہیں‘ لیکن اس صورت میں حروف سبعہ کی جو بھی تفسیر کی جائے وہ ایسی نہیں کہ اس پر کوئی اعتراض واشکال باقی نہ رہتا ہو“ (رشد ح ا‘ ص 131) ہمارا خیال ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے مضمون کے شروع میں اسی لیے ادارتی نوٹ میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ آخر میں اہل رشد کے نقطہ نظر کے مطابق ”راجح موقف“ پیش کیا جائے گا‘ جو اس کی تردید کے لئے کافی ہوگا۔ دوسرا مضمون ”رشد“ حصہ دوم میں قاری حبیب الرحمان صاحب کا ہے لیکن یہ کافی

معقول ہے اس لئے ادارتی نوٹ میں فرمایا گیا ہے کہ ''فاضل مضمون نگار نے ردعمل کی نفسیات کے تحت جرح کر ڈالی ہے' حصہ سوم میں ان شاء اللہ اس اچھے مضمون کی ''خامیوں'' کو بھی دور کر دیا جائے گا۔

تیسرا مضمون حصہ دوم میں ڈاکٹر عبدالعزیز القاری صاحب کا ہے' انہوں نے ''حدیث سبعہ احراف'' کا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابن جریر طبریؒ سے لے کر انور شاہ کشمیریؒ تک سب ہی ناکام رہے ہیں۔ پینتیس یا چالیس اقوال میں سے مشہور چھ اقوال نقل کر کے ایک ایک پر اپنی تنقید پیش کرتے ہیں۔ امام ابن الجزریؒ' امام رازی اور ان قتیبہؒ پر زبردست تنقید کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

''اس تجزیہ سے ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ ہم ان انواع تغیر کا انکار کرنے پر مصر ہیں' بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ان اصحاب علم سے ہر ایک کی عبارت دوسرے سے بے حد درجہ مختلف اور متغایر ہے۔ حالانکہ یہ سب علماء بڑی بحث وتمحیص' قرآن کے متعدد بار مطالعہ اور حد درجہ محنت ومشقت کے بعد اس مقام پر پہنچے ہیں کہ ان انواع اختلاف کو اخذ کر سکیں اور بعد میں ان کا تعین کر سکیں۔ باوجود اس کے اس مسئلہ پر تینوں کے رائے مختلف ہے''۔ (رشد ح' ص228)

اگر چہ ڈاکٹر صاحب نے بھی مقدور بھر کوشش کی کہ اس چیستاں کا کوئی بامعنی مفہوم متعین کر سکیں لیکن ان کی یہ رائے حقیقت پر مبنی ہے کہ:

''آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اس (حدیث سبعہ احرف) کے جملہ طرق اور سند ومتن میں الفاظ وصحت کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی ہے لیکن اس سب کچھ کے باوجود ہمیں ان تمام سے کوئی بھی ایسی صریح عبارت دستیاب نہیں ہو سکی جو سبعہ احرف کے مراد اور مفہوم کو متعین کرے۔ **چنانچہ سبعہ احرف کا مفہوم اور مراد کیا ہے یہ ابھی تک واضح نہیں ہو سکا''** (رشد ح۲' ص 230) تقریباً یہی کچھ انہوں نے پہلی قسط (رشد ح ۱' ص 123) میں بھی کہہ دیا تھا جس کا حوالہ اوپر کہیں گزر چکا ہے۔ جب صورت حال یہ ہو تو دوسرے نقطہ نظر والے حضرات کو ڈرا دھمکا کر یا منکر حدیث ہونے کی پھبتی کس کر کون کسی کو قائل کر سکتا ہے۔

دیگر اہم مسائل میں بھی اسی طرح ''رشد'' نے ہمیں رہنمائی سے مستفید فرمایا ہے کہ قراءات منزل من اللہ ہیں اور نہیں بھی۔ سبعہ قراءات متواترہ ہے بھی اور نہیں بھی۔ مصحف عثمانی میں ساتوں حروف اب بھی ہیں اور ایک ہی حرف باقی رہ گیا ہے' ساتوں نہیں۔ غرض یہ کہ ''رشد'' کی رہنمائی میں ہر وہ اہتمام کیا گیا ہے جس سے ذہن چکرا کے رہ جائے۔ رشد کے دونوں حصوں نے کسی بھی مسئلے پر یکسو کرنے کے بجائے ذہنوں کو مزید انتشار میں میں مبتلا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اُمید واثق ہے کہ تیسرا حصہ اسی سلسلے کی کڑی ہوگا۔ اس سے زیادہ انتشار تو اس وقت سامنے آئے گا جب ''اہل رشد'' کا نیا **غیر متداولہ قرآن** سامنے آئے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس انتشار سے بچائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر انعام الحق' اسلام آباد

اَلْوَحْی کا قرآنی تصور

اَلْوَحْی (مادہ و ح ی) کے معنی ہیں اشارہ' جس میں تیزی اور سرعت ہو۔ کتابت (یعنی لکھنا) اور حکم یا امر کرنا بھی ہیں۔ (تاج العروس' مفرداتِ راغب)۔

کائنات میں ہر شے خدا کے امر (حکم) کے مطابق سرگرم عمل ہے یہ خدا کی وہ وحی ہے جو ہر شے میں ازخود ودیعت کر دی گئی ہے۔ اسی کو قانون فطرت کہتے ہیں۔ یا' جانداروں کے لئے جبلت۔ یہ قانون ان چیزوں کا خود پیدا کردہ نہیں ہوتا بلکہ خدا کی طرف سے عائد کردہ ہوتا ہے۔ انسان بھی کائنات کا ایک حصہ ہے اس لئے اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ یہ ایک ایسے قانون کے مطابق زندگی بسر کرے جو اس کا پیدا کردہ نہ ہو بلکہ اسے خارج سے ملے۔ جہاں تک اس کی طبیعی زندگی کا تعلق ہے' اس پر وہی قانون فطرت عائد ہوتا ہے۔

انسان کی البتہ زندگی طبیعی زندگی ہی نہیں بلکہ اس کی معاشرتی اور تمدنی زندگی بھی ہے۔ نیز اس کی ذات بھی ہے۔ اس کے لئے بھی اسے قانون کی ضرورت ہے اور وہ قانون ایسا ہونا چاہئے جو اس کا خود ساختہ نہ ہو بلکہ قانون فطرت کی طرح اسے خارج سے ملا ہو۔ اس قانون کا نام بھی وحی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ:

(1) یہ وحی ہر فرد کو الگ الگ نہیں ملتی۔ اس کے لئے خدا کی طرف سے قاعدہ یہ مقرر ہوا تھا کہ یہ وحی کسی ایک انسان کو دی جائے اور وہ اس وحی کو دوسرے انسانوں تک پہنچائے۔ اس انسان کو نبی اور رسول کہتے ہیں۔ یہ وحی انہیں حضرات سے مخصوص ہے۔

(2) کائنات کی کسی چیز کو اس کا اختیار نہیں کہ وہ چاہے تو اس قانون کے مطابق زندگی بسر کرے جو اس کے لئے وحی کیا گیا ہے اور چاہے تو اس کے خلاف کوئی اور طریقہ اختیار کرے لیکن انسانی ذات کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو اس وحی کے مطابق زندگی بسر کرے اور چاہے تو اس کے خلاف کوئی دوسری روش اختیار کرے۔

البتہ یہ اس کے بس میں نہیں کہ وہ وحی کے خلاف زندگی بسر کر کے وہ نتائج حاصل کرے جو وحی کے مطابق زندگی بسر کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ اختیار و ارادہ کا استعمال انسانی ذات کی نشو ونما کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

(3) حقیقت یہ ہے کہ وحی کے لئے یہ جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ وہ ہر فرد کو براہ راست نہ ملے بلکہ رسول کی معرفت دوسرے انسانوں تک پہنچے تو اس میں بھی مصلحت پوشیدہ ہے کہ انسان وحی کے راستے پر اپنے اختیار و ارادہ سے چلے۔ اس لئے کہ اشیائے کائنات کو جو وحی براہ راست دی جاتی ہے، تو انہیں اس کا اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اس سے سرکشی برتیں۔ انہیں بہر حال اس کے مطابق چلنا ہوتا ہے۔

اس لئے خدا کا قانون جو حضرات انبیاء کرامؑ کی وساطت سے انسانوں کو ملتا ہے۔ اَلوَحی کہلاتا ہے۔ اس کے خدا سے پانے میں نبی کے سوا کوئی دوسرا انسان شریک نہیں ہوتا اور اس وحی کو انبیاء کرامؑ اپنے کسب و ہنر سے حاصل نہیں کرتے بلکہ یہ انہیں خارج سے اسی طرح ملتی ہے جس طرح اشیائے کائنات کو از خود خدا کی طرف سے وحی ملتی ہے۔ اس میں انسان کی داخلیت کو دخل نہیں ہوتا۔ اس میں خارجیت ہوتی ہے۔ منزل من اللہ کہنے میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ انسان اپنی کوشش سے طبیعی دنیا کے حقائق کو منکشف کر سکتا ہے، لیکن جو حقائق اسے وحی کے ذریعے ملتے ہیں، وہ صاحب وحی پر نازل (Revealed) ہوتے ہیں۔ یعنی وحی کے ذریعے حقیقت خود اپنے آپ کو صاحبِ وحی پر منکشف کرتی ہے۔

وحی چونکہ صرف حضراتِ انبیاء کرامؑ کو ملتی ہے، اس لئے ہم بالکل نہیں سمجھ سکتے کہ اس کی کیفیت اور ماہیت کیسی ہوتی ہے۔ وہ کس طرح ملتی ہے۔ ہمیں صرف اس بات پر ایمان رکھنا ہوتا ہے کہ وہ نبی کو منجانب اللہ ملتی ہے۔ البتہ ہم علم و بصیرت، دلائل و براہین نیز وحی کے نتائج سے (Pragmatically) اس کی صداقت کو علی وجہ البصیرت دیکھ سکتے ہیں۔

قرآن میں البتہ سورہ شوریٰ (42:51) میں وضاحت کی گئی ہے کہ:

''اور کسی بشر کے لئے یہ میسر نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے، **مگر** وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا رسول بھیجے، پس اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے۔ وہ بڑا بلند حکمت والا ہے۔''

لہٰذا انبیاء کو یہ کبھی ''اشارہ سریعہ'' کے ذریعے ملتی تھی، کبھی ''من وراء حجاب''، لیکن ہمیں یہ وحی صرف رسول کی وساطت سے مل سکتی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ بشر (انسانوں) کے ساتھ خدا کس طرح کلام کرتا ہے۔ بشر کی

دوقسمیں ہیں۔ ایک انبیاء اور دوسرے غیر انبیاء۔ پہلے انبیاء کا ذکر ہے کہ ان تک خدا کا کلام کیسے پہنچتا ہے۔ باقی رہے غیر انبیاء تو ان تک صرف رسولوں کے ذریعے خدا کا کلام کیسے پہنچتا ہے۔ اب رسول اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ بند ہو گیا' اس لئے اب کسی انسان کو براہ راست وحی نہیں مل سکتی۔ اب انسان کے پاس علم کے دو ہی سرچشمے رہ گئے۔ ایک اس کی اپنی عقل اور دوسری خدا کی وحی جو قرآن کریم کے اندر ہے۔ اس کے علاوہ کسی انسان کو خدا کی طرف سے براہ راست علم نہیں ملتا۔ الہام' کشف وغیرہ کے تصورات کی سند قرآن سے نہیں ملتی۔ یہ تصور بھی غیر قرآنی ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کو جو وحی ملی تھی اس کی دو قسمیں تھیں۔ ایک وحی متلو جو قرآن کریم کے اندر ہے اور دوسری وحی غیر متلو جو قرآن کریم سے باہر (روایات کے اندر) ہے۔ قرآن کریم میں وحی کی اس تقسیم کا کوئی ذکر نہیں۔ اس کی رو سے صرف قرآن کریم وحی کے ذریعے ملا ہے۔

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ط (6:19)-

اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں اور اسے جس تک یہ پہنچے انذار (Warn) کروں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خصوصی توجہ

(یکے از مطبوعات ادارہ باغبان ایسوسی ایشن)

''قیام خلافت (علیٰ منہاج رسالت) کی راہ میں کون حائل ہے'' کے سلسلہ میں زبانی اور تحریری جو اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔ اس میں علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے کلام کی مزید شقیں شامل ہذا ہیں۔

☆☆☆☆

''کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق''

☆☆☆☆

''سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا''

☆☆☆☆☆☆☆

(ملک حنیف وجدانی' سنبل سیداں' نیومری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی

مملکتِ مدینہ

ہمارے ہاں انبیاء کرام (علیہم السلام) کا تصور ایک بہت بڑے صوفی یا ایک بہت بڑے پیر جیسا پیش کیا جاتا ہے۔ جو خود بھی عبادت میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں اور اپنے متبعین کو بھی عبادت کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ خود بھی وظائف و اوراد میں مشغول رہتے تھے اور دوسروں کو بھی اس میں مصروف رکھتے تھے چنانچہ اسی تصور کے پیش نظر حضورﷺ کے لئے بتایا جاتا ہے کہ حضورﷺ بھی قبل از نبوت کئی کئی دن غار حرا میں بیٹھے عبادت کرتے رہتے حالانکہ عبادت کے لئے کسی ملک، کسی مقام، کی کوئی شرط نہیں ہے۔ عبادت ہر ملک اور ہر معاشرہ میں ہوسکتی ہے، مختلف اقوام و مذاہب میں عبادت ہر ملک اور ہر معاشرہ میں ہوسکتی ہے، مختلف اقوام و مذاہب میں عبادت کے مختلف رسم و رواج ہوتے ہیں، لیکن عبادت کرنے میں ایک کا دوسرے سے کوئی تصادم نہیں ہوتا۔ مسلمان ہندوستان اور امریکہ میں عبادت کر سکتے ہیں۔ اسی طرح عیسائی، مسلم ممالک میں عبادت کر سکتے ہیں۔ عبادت کی آزادی ہر جگہ ہوتی ہے۔ البتہ دین کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ دین کی آزادی یہ ہے کہ اس معاشرہ میں قرآن کریم کا نظام بحیثیت مجموعی نافذ ہوتا ہے۔ اصل ٹکراؤ اور تصادم دین کے نظام سے ہوتا ہے۔ دین کی آزادی کے لئے کوئی قوم تیار نہیں ہوسکتی۔

حضورﷺ اپنے ساتھ دین لائے اور ساری عمر اسی دین کی دعوت حضورﷺ نے دی۔ دین کی دعوت اور اس کی اشاعت و توسیع کی وجہ سے مکہ میں ٹکراؤ، تصادم ہوا۔ مکہ کی فضا اور وہاں کا ماحول دین کے قیام کے لئے مساعد نہیں تھا لیکن چونکہ انبیاء کرام کے لئے دین کا قیام اور اس کا استقلال ضروری اور لازم ہوتا ہے، اس لئے حضورﷺ نے حکم خداوندی کے ماتحت وہاں سے ہجرت فرمائی (17:1) اور مدینۂ منورہ کو اپنی مملکت کا مرکز قرار دیا۔ چونکہ ہمارے تمام مورخین ''مذہب'' کے پیرو تھے، اور ان کے سامنے دین کا واضح تصور نہیں تھا، اس لئے انہوں نے حضورﷺ کی سیرت بھی ایک ''مذہب'' کے داعی کے طور پر تصنیف کی

ہے۔ مملکت کے سربراہ کی حیثیت سے تصنیف نہیں کی البتہ قرآنِ کریم نے جو معلومات مدینہ کی مملکت کے متعلق فراہم کی ہیں، اس مضمون میں ان سے استفادہ کیا جائے گا۔

حضورﷺ نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو مدینہ میں بروز جمعہ 12 ربیع الاول 1 ہجری مطابق 27 ستمبر 622 عیسوی کو بنونجار کے یہاں حضرت ابوایوب انصاری کے مکان کے سامنے قیام فرمایا۔ پھر آپ چند روز میں ہی حضرت ابوایوب کے مکان میں منتقل ہو گئے۔

اس کے بعد حضورﷺ کا سب سے پہلا کام یہ تھا کہ آپ نے مسجد کی تعمیر شروع کی۔ اس زمین کے مالک دو یتیم بچے تھے۔ آپ نے یہ زمین ان سے قیمتاً خرید فرمائی اور اس کی تعمیر میں خود بنفس نفیس حصہ لیا اور اینٹ پتھر ڈھونے میں شریک رہے۔ مسجد کی تعمیر کی جلدی اور اس کی اہمیت یہ تھی کہ یہ مسجد آج کل کی ہماری مساجد جیسی نہیں تھی۔ یہ ایک مرکز تھا جہاں سے اس نوزائیدہ ریاست کا سارا نظام چلایا جاتا تھا۔ یہاں سے ہی مسلمان قرآنی تعلیمات اور ہدایات کا درس حاصل کرتے تھے۔ مختلف اطراف میں جو وفود بھیجے جاتے تھے، وہ یہاں سے ہی روانہ کئے جاتے تھے۔ اس کی حیثیت ایک پارلیمنٹ جیسی تھی، اس میں مجلس شوریٰ اور مجلس انتظامیہ کے اجلاس منعقد ہوتے تھے۔ چونکہ عربوں میں قبائلی عصبیت بہت تھی۔ اس لئے حضورﷺ نے فوری طور پر مواخاۃ کا سلسلہ جاری کیا۔ حضرت انس بن مالک کے مکان میں مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا گیا۔ کل نوے (90) آدمی تھے۔ آدھے مہاجرین اور آدھے انصار۔ حضرت ابوبکرؓ کو خارجہ بن زید کا۔ حضرت عمرؓ کو عتبان بن مالک کا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کو سعد بن الربیع کا۔ زبیر بن العوام کو سلمہ بن سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کا۔ حضرت علیؓ کو اپنا بھائی بنایا۔ ان تمام ناموں کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔ بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ یہ ایک دوسرے کے غمخوار ہوں گے۔ مواخاۃ کے چند دنوں کے بعد حضورﷺ نے مواخاۃ ہی کی طرح مسلمانوں میں ایک عام عہد و پیمان کرایا جس کے ذریعے ساری جاہلی کشاکش اور قبائلی کشمکش کی بنیاد ہی ڈھا دی اور دورِ جاہلیت کے رسم و رواج کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ یہ تمام تدابیر اسلامی حکومت کو مضبوط بنانے کے لئے کی جا رہی تھیں۔ اس عہد و پیمان کی پندرہ (15) شقیں تھیں۔ مضمون کی طوالت کے پیشِ نظر صرف چند شقیں تحریر کی جا رہی ہیں۔

(1) اللہ کا ذمہ (عہد) ایک ہوگا۔ ایک معمولی آدمی کا دیا ہوا ذمہ سارے مسلمانوں پر لاگو ہوگا۔

(2) مسلمانوں کے درمیان جو بھی اختلاف رونما ہوگا، اسے اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہﷺ کی طرف پلٹا جائے گا۔

(3) سارے راست باز مسلمان اس شخص کے خلاف

ہوں گے جو ان پر زیادتی کرے گا یا اہلِ ایمان کے درمیان ظلم، گناہ اور زیادتی اور فساد کا جویا ہوگا۔

(4) حضورﷺ نے جب ہجرت کے بعد مسلمانوں کے درمیان ایک قرآنی نظام کی وحدت کے ذریعے، ایک نئی اسلامی مملکت کی داغ بیل ڈال دی، تو اس کے بعد غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات مضبوط کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ اب آپ کا مطمح نظر یہ تھا کہ ساری انسانیت امن و سلامتی کی سعادتوں اور برکات سے فائدہ اٹھائے اور اس کے ساتھ ساتھ مدینہ اور اس کے اطراف کا علاقہ ایک مرکز کے ماتحت آ کر، ایک وفاقی وحدت میں منظّم ہو جائے، آپ نے رواداری اور کشادہ دلی کے ایسے قوانین نافذ کئے، جن کا اس سے پہلے کوئی تصور نہیں تھا۔

مدینے میں سب سے قریب تر لوگ یہود تھے۔ اگرچہ یہ درپردہ مسلمانوں کے دشمن تھے۔ لیکن اب تک انہوں نے کوئی جھگڑا یا تنازعہ نہیں کیا تھا مملکت کی ضروریات کی وجہ سے آپ نے یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس میں انہیں مذہب اور جان و مال کی مطلق آزادی دی گئی تھی۔ معاہدہ کا عنوان تھا۔

ھٰذا کتاب من محمد (صلعم) بین المومنین والسلمین من قریش و یثرب ومن تبعھم فلحق بہ وجاھد معھم۔

(ترجمہ) یہ تحریر ہے محمد (صلعم) کی قریش و یثرب کے مومنین و مسلمین اور ان لوگوں کے بارے میں جو ان کے اتباع ہیں ان کے ساتھ شامل ہوں اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔

(1) ان المومنین بعضھم موالی بعض من دون الناس۔ سب مومنین ایک دوسرے کے بھائی اور مددگار ہیں۔ دوسروں کے مقابلہ میں۔

(2) مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

(3) کوئی آدمی اپنے حلیف کی وجہ سے مجرم نہیں ٹھہرے گا۔

(4) قریش اور ان کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

(5) اس معاہدے کے فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا اندیشہ ہو، اس کا فیصلہ اللہ اور محمد الرسول اللہ فرمائیں گے۔

اس معاہدے کی باقی شقیں ملا کر یہ معاہدہ تیرہ (13)، نکات پر مشتمل تھا۔ جس کی تفصیل سیرتِ ابن ہشام میں دی گئی ہے۔

اس معاہدے کے طے ہو جانے کے بعد مدینہ اور اس کے اطراف ایک وفاقی حکومت بن گئے جس کا دارالحکومت مدینہ تھا' اور جس کے سربراہ خود رسول اللہ ﷺ تھے اور جس میں قرآن کریم کے احکام نافذ ہو رہے تھے۔ امن وسلامتی کے اس دائرہ کو زیادہ وسعت دینے کے لئے حضور ﷺ نے کچھ عرصہ بعد دوسرے قبائل سے بھی حالات کے مطابق اسی طرح کے معاہدات کئے جن کے حوالے سیرت کی کتب میں موجود ہیں۔

سیاسی مدبرین نے حکومت کی یہ تعریف کی ہے کہ حکومت وہ ذریعہ ہے جس کے توسط سے فرماں روا اور رعایا کے درمیان ایک واسطہ کا نام ہے۔ یہ واسطہ حکومت کا لازمی عنصر ہے۔ اگر یہ واسطہ نہ رہے تو حکومت ختم ہو جاتی ہے۔ حکومت کی یہ تعریف (Definition) اسلامی اور غیر اسلامی سب حکومتوں پر صادق آتی ہے لیکن اسلامی حکومت غیر اسلامی حکومتوں سے ممیّز ہوتی ہے۔ اسلامی حکومت مسلمانوں کی وہ جماعت ہوتی ہے جو قانونی استحقاق کی بنا پر قرآنی احکام کو نافذ کرتی ہے۔ اس تعریف کی اساس پر جو حکومت قرآنی قوانین کا نفاذ نہ کرے بلکہ انسانوں کے اپنے وضع کردہ قوانین جاری کرے وہ اسلامی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ہمارے ناقص خیال میں اسلامی حکومت وہ حکومت ہوتی ہے جو قرآن کریم کے احکامات کو نافذ کرتی ہے اور چونکہ وہ اللہ کے عطا کردہ قوانین نافذ کرتی ہے اس لئے اس کی اطاعت' اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہے۔ ہمارے مسلم سیاسی مفکرین اور فقہائے کرام نے بھی ہزاروں ہزار کتابیں اسلامی قوانین وفقہ کے بارے میں تصنیف کی ہیں لیکن ان سب کی تعریف مذہب کی رو سے کی گئی ہے کیونکہ اس ڈیڑھ ہزار سال کے طویل عرصہ میں کسی فقہ یا سیاسی مفکر نے بھی اسلامی حکومت کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت قرار نہیں دیا ہے' اور یہ سب حضرات انفرادی پرستش کے ذریعے ہی عبادت الٰہی کرتے آ رہے ہیں' خوب اچھی طرح واضح رہے کہ انفرادی پرستش اور اسلامی حکومت ایک دوسرے کی نقیض ہیں' اس لئے ان سب فقہاء کی تعریف' قرآن کی رو سے درست نہیں ہے۔ یہ تو صرف تحریک طلوع اسلام کو اس کا شرف حاصل ہوا ہے کہ اس کے پیش نظر ہمیشہ حکومت کی قرآنی تعریف ہی رہی ہے۔ چونکہ حکومت کا قیام انبیاء کرام کے مشن کی اساس ہوتا تھا' اس لئے حضور ﷺ نے بھی مدینہ میں پاؤں جمانے اور یہود سے معاہدے کرنے کے بعد' اسلامی حکومت کو مستحکم کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ مدینہ میں عدالتیں قائم کر دی گئیں ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ اللّـهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ (4:58)-

بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو

عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

اسی سورۃ مائدہ میں وصیت کے معاملات و مسائل کو حل کرنے کے لئے عدالتوں کے قیام کو ضروری قرار دیا گیا 5:106۔سورہ نور میں جرم زنا کے مرتکب کے بارے میں سزا مقرر فرما کر، حکم دیا کہ عدالت زانی کو سزا دلوائے اور اس سزا میں کسی قسم کی رعایت نہ کی جائے اور یہ سزا لوگوں کی موجودگی میں دی جائے (24:2)۔ یہ تمام عدالتیں مدینہ میں قائم ہوگئی تھیں جن میں حضورﷺ خود فیصلے فرماتے تھے (5:48-49)۔قرآن کریم نے تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا کہ اپنے مقدمات کے فیصلے صرف رسول اللہ سے کرائیں اور جو کوئی بھی اپنے فیصلے حضورﷺ سے نہ کرائے وہ مسلمان نہیں ہوسکتا (4:65)- اور چونکہ مملکت کی حدود برابر وسیع ہوتی جا رہی تھیں، اس لئے حضورﷺ نے اپنے مقامی حکام (موجودہ اصطلاح کے مطابق، تحصیلدار، ڈپٹی کمشنر، گورنر وغیرہ) تمام اہم مقامات پر مقرر فرما دیئے اور قرآن نے واضح حکم دیا کہ ان مقامی حکام کی اطاعت ایسی ہی اطاعت تھی، جیسے رسول اللہ کی اپنی اطاعت تھی (4:83) قرآن کریم کے علاوہ احادیث نبویہ میں بھی یہ حکم واضح کردیا گیا ہے جبکہ حضورﷺ نے فرمایا کہ: ومن یطیع الامیر فقد اطاعنی ومن یقصی الامیر فقد عصانی (بخاری، مشکوٰۃ)۔ترجمہ، جس نے میرے مقرر کردہ حاکم کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی۔اور جس نے میرے مقرر کردہ حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔اس طرح دس لاکھ مربع میل پر وسیع وعریض مملکت کا انتظام حضور نے اپنے مقامی حکام کے ذریعے کرایا۔ چونکہ عام مسلمانوں اور خود حضورﷺ کو مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا (3:159, 42:38) اس لئے مدینہ میں خود اور مدینہ سے باہر کے حکام کے لئے مجالس مشاورت قائم کی گئیں۔

اس مختصر سے مضمون کا مقصد صرف مذہب کے اس تصور کا بطلان کرنا ہے جس کی رو سے حضورﷺ ایک صوفی یا پیر کی حیثیت سے پیش کئے جاتے ہیں کہ جو رات اور دن صرف نماز، روزہ اور تکبیر و تحلیل میں مصروف رہتے تھے اور غار حرا میں کافی عرصہ گذارتے تھے۔قرآن کے مطابق یہ بات درست نہیں ہوسکتی۔حضورﷺ نے خود اپنے دور میں حکومت قائم فرمائی تھی۔اس مملکت کی بنیاد ان مستقل اقدار پر تھی جو صفات خداوندی کا دوسرا نام ہیں اور اس مملکت میں ان صفات نے ایک محسوس شکل اختیار کرلی تھی، جس کے عملی نمونے سارے صحابہ کرامؓ تھے۔اس مملکت میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی اس طرح نشوونما ہوئی کہ ان کا ہر فرد اصحابی کالنجوم کا مصداق قرار پایا۔افسوس کہ یہ مملکت بہت مختصر عرصہ قائم رہی اور بہت جلد منقرض ہوگئی۔ یہ مملکت اتنی جلدی کیوں منقرض ہوگئی، اس کی وجہ اب ملاحظہ فرمائیں۔

اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ حضورﷺ کا یہ قائم کردہ نظام صرف حضورﷺ کے دور تک کے لئے محدود نہیں تھا بلکہ اس کو آگے جاری رہنا تھا۔ حضورﷺ نے اس نظام کو اپنے صحابہؓ کی مدد سے‘ اپنی عقلی اور انتظامی بصیرت اور صلاحیت کے زور پر اتنے کم عرصہ میں قائم فرما دیا تھا۔ اس میں حضورﷺ اور صحابہؓ کی ان تھک کوششیں شامل تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کی اس کوشش کو سراہا ہے اِنَّ لَکَ فِیْ النَّھَارِ سَبْحاً طَوِیْلاً (73:7)۔ (ترجمہ) دن میں تو تمہارے پاس اور بہت بڑے بڑے کام ہیں۔ اس لئے رات کو قرآن کریم پر غور وخوض کر کے سکیمیں تیار کرو (79 : 17) اور دن میں ان کو Implement کرو۔ یہود و دیگر قبائل سے جو معاہدات کئے تھے وہ اپنی عقلی و انتظامی صلاحیت کی رو سے کئے تھے۔ حضورﷺ نے جو احکامات اپنی حکومت کو چلانے کے لئے جاری فرمائے تھے وہ ان کے اپنے وقت کے لئے تھے۔ وہ نظام وحکومت تو دائمی و سرمدی تھی لیکن اس میں Law & Order قائم کرنے کے جو احکامات حضورﷺ جاری کر رہے تھے۔ ان کی اطاعت‘ رسول اللہﷺ کی اطاعت تھی‘ لیکن وہ احکامات‘ حضورﷺ کے اپنے جاری کردہ احکامات صرف اپنے دور کے لئے تھے اور آنے والے ادوار کے لئے نمونہ تھے۔ ہماری پیشوائیت کی یہ ایک بڑی تباہ کن لغزش ہے کہ انہوں نے رسول اللہﷺ کی عقلی‘ انتظامی اطاعت کو وحی قرار دے کر‘ عقلی اطاعت اور انتظامی فرمانبرداری کو کوئی قدر نہیں کی اور اس سے بالکل صرف نظر کر لیا۔ ان حضرات کے نزدیک رسول اللہ کی عقلی و انتظامی اطاعت نہ فرض ہے نہ واجب۔ لہٰذا یہ اطاعت جو آپ کے بعد آپ کے خلفاء کی طرف منتقل ہونی تھی‘ اس کا پتہ ہی کٹ گیا اور اس طرح اسلامی نظام کا تصور بالکل محو ہو گیا۔

ہمارے علماء کرام نے رسول اللہﷺ کی اس انتظامی وعقلی اطات کو بھی ان کی عقلی اطاعت کے بجائے‘ وحی کی اطاعت قرار دے دیا۔ ان کا خیال ہے کہ حکومت چلانے میں رسول اللہﷺ اپنی عقل و بصیرت سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ اس حکومت کا انتظام وحی کے ذریعے کرتے تھے۔ جو معاہدات حضورﷺ نے یہود اور دیگر قبائل سے فرمائے۔ ان معاہدات کے الفاظ ان کے اپنے نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ الفاظ بھی وحی کے ہوتے تھے۔ میرے مطاع و محترم استاد جناب مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب مرحوم سرخیل علماء و سرتاج مفسرین تھے۔ وہ جامعہ اشرفیہ لاہور‘ میں مدتوں شیخ الحدیث رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی معروف ومقبول کتاب‘ حُجّیت حدیث‘ میں تحریر فرمایا ہے۔ ’’جس طرح ٹیلیفون خود نہیں بولتا بولنے والا پس پردہ کوئی اور ہوتا ہے‘ اسی طرح نبی کی زبان سے جو نکلتا ہے۔ وہ درحقیقت اللہ کی آواز ہوتی ہے‘‘ صفحہ 39‘ اپنی تائید میں

انہوں نے مولانا روم کا یہ شعر بھی تحریر کر دیا۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم غیر اللہ بود

اس مشہور شعر کا ترجمہ ان ہی کی تحریر میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کی گفتگو اللہ کی گفتگو ہوتی (ہے۔راقم) اگرچہ بظاہر وہ اللہ کے بندے (نبی کریم) کی زبانِ مبارک سے ہو رہی ہوتی ہے۔ میرے خیال میں مولانا روم کے بعد اس بارے میں کسی اور کا حوالہ دینے کی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس طرح یہ حضرات حضورﷺ کے ہر قول وفعل کو وحی قرار دے کر، حضورﷺ کی اطاعت کو، حضورﷺ کے بعد، حضورﷺ کے خلفاء کی بجائے، کتبِ احادیث کی طرف منتقل کر دیتے ہیں کہ حدیث کی کتابوں کی اطاعت سے رسول اللہ کی اطاعت ہو جاتی ہے۔ تحریک طلوع اسلام اور ہماری قابل احترام مذہبی پیشوائیت کا بنیادی اختلاف ہی یہ ہے کہ تحریک طلوع اسلام رسول اللہﷺ کے انتظامی امور کو عقلی امور قرار دے کر، رسول اللہﷺ کی اطاعت کو خلفاء کی طرف منتقل کر دیتی ہے۔ جبکہ ہمارے علماء کرام رسول اللہﷺ کے افعال کو وحی قرار دے کر رسول اللہﷺ کی اطاعت کو احادیث کی کتابوں کی طرف منتقل کر دیتے ہیں اور کتابوں کی اطاعت کے لئے کسی نظام کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ بلکہ یہ اطاعت مذہب کا رنگ اختیار کر کے، صرف پرستش کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور یہ اور صرف یہی بات مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا بنیادی سبب ہے۔

خوب یاد رکھیں اور خوب دل نشین فرما لیں کہ جب تک ہم رسول اللہﷺ کی عقلی وانتظامی اطاعت کو خلفاء کی طرف منتقل کر کے، نظام قائم نہیں کریں گے۔ کبھی تباہی سے نہیں نکل سکتے۔

مضمون اندازہ سے زیادہ طویل ہو گیا۔ یہ بات کہ قرآن کی رو سے یہ اطاعت حدیثوں کی طرف منتقل نہیں ہو سکتی، کسی دوسرے مضمون میں پیش خدمت عالی کر دی جائے گی۔ قرآن کی رو سے اطاعت کے لئے زندہ اتھارٹی کا ہونا لازمی ہے۔ اطاعت کے لغوی معنے ہی زندہ اتھارٹی کی اطاعت ہے۔ اور اس اطاعت کے لئے سماعت بھی لازمی ہے۔ آیات اگلے کسی مضمون میں پیش کی جائیں گی۔

تصحیح

ماہنامہ طلوع اسلام بابت نومبر 2009ء میں خواجہ ازہر عباس کے مضمون ''اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو نافذ کرنا ہی عبادت ہے'' میں صفحہ نمبر 18 کے دوسرے کالم میں ''پہلی تحریک ہے'' کے آگے یہ الفاظ شامل ہونے سے رہ گئے ''جو کسی نبی یا رسول کی قیادت کے بغیر''۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلام باری، مانچسٹر

صراطِ مستقیم

قرآن کریم کی اصطلاح میں صراطِ مستقیم سے مراد وہ محفوظ راہ ہے جس پر چل کر کاروانِ انسانیت اپنی اس منزل تک پہنچ سکتا ہے جو اس کے لئے خدا نے تجویز کی ہے اور جو درحقیقت ارتقائے انسانیت کا اگلا مقام ہے۔ اس دنیا میں بھی اور بعد کی زندگی میں بھی۔ یہ وہی راہ ہے جس کی طرف راہنمائی قرآن کریم دیتا ہے۔ بالفاظ دیگر 'صراطِ مستقیم' قرآنی تعلیم کا دوسرا نام ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد قرآن کریم کی طرف آیئے اور غور کیجئے کہ وہ کس طرح نوعِ انسان کو نہایت آسان آیات کے ذریعے سمجھاتا ہے لیکن ہمارے ہاں متواتر روایتی تراجم کے ذریعے قرآنی آیات کو لاینحل معمہ بنا رکھا ہے جس کی وجہ سے موجودہ زمانے کے مسلمانوں کا سیدھی راہ پانا بعید از قیاس ہے۔ صدیوں سے ساری قوم غلط راہ پر چلی آرہی ہے لیکن ہر شخص بزعمِ خویش اسی گمان میں مگن ہے کہ وہ صحیح ہے (18:103, 105)۔ جس قوم کے افراد حقیقت کو تسلیم کرنے کی اپنے اندر جرأت ہی نہ رکھتے ہوں ان کا سیدھی راہ کی طرف ہدایت پانا مشکل ہو جایا کرتا ہے۔ وہاں قوم کے اپنے اندر نفسیاتی تبدیلی کی ضرورت ہوتی ہے قانون مکافات کی کارفرمائی کی وضاحت کے ساتھ ہی اللہ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنْفُسِهِمْ (13:11)۔

خدا کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔

دین' شروع سے ایک ہی چلا آرہا ہے سابقہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح (6:88) آخری نبی و رسول اللہ ﷺ کی راہنمائی صراطِ مستقیم کی طرف کی گئی تھی۔ یہی دینِ قیّم اور ملتِ ابراہیمی ہے۔

قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِيناً قِيَماً مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً وَمَا كَانَ مِنَ

الْمُشْرِكِيْنَ(6:161)-
ان سے کہہ دو کہ میرے نشوونما دینے والے نے' میری راہنمائی زندگی کی سیدھی اور متوازن راہ کی طرف کر دی ہے۔ یعنی اپنی طرف سے نازل کردہ' تجویز کردہ اور پسندیدہ (3:18) ایک ایسے اجتماعی نظامِ زندگی (دین) کی طرف جو خود بھی محکم ہے اور انسانیت کے قیام کا باعث بھی ہے۔ یہ وہی اجتماعی نظامِ زندگی (دین) ہے جسے ابراہیمؑ نے' ہر طرف سے منہ موڑ کر' اختیار کیا تھا یعنی وہ اس میں' کسی اور روش اور طریقے کو شریک نہیں کرتا تھا۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ خود خدا صراطِ مستقیم پر ہے:
إِنَّ رَبِّیْ عَلَی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (11:56)- یعنی اس کا قانون اس راہ کا تعین کرتا ہے اس لئے قانونِ خداوندی کے مطابق صراطِ مستقیم ہر اس شخص کے سامنے آ سکتی ہے جو اسے پانا چاہے۔ قرآن تمام نوعِ انسان کے لئے ہدایت ہے اور اللہ تمام نوعِ انسان کو دارالسلام کی طرف دعوت دیتا ہے۔ جو چاہے اسے قبول کر لے لیکن ترجمہ کیا گیا اللہ پکارتا ہے طرف گھر سلامتی کے اور راہ دکھاتا ہے جس کو چاہے طرف راہ سیدھی کے (از شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی)۔ یاللعجب۔ یہ سورۃ یونس کی آیت نمبر 25 کا ترجمہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ:
وَاللّٰهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلاَمِ وَيَهْدِیْ مَن يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ(10:25)-
(جو لوگ صرف دنیاوی مفاد ہی کو اپنا نصب العین بنا لیں اور مستقبل کی کوئی فکر نہ کریں ان کی روش وقتی خوشنمائیوں' لیکن آخرالامر تباہیوں کی موجب ہوتی ہے۔ اس کے برعکس وہ روش ہے جس کی طرف خدا دعوت دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ ہر قسم کی تباہی سے سلامتی اور بربادی سے عافیت ہوتا ہے۔ یہ ہے کامیابیوں کی وہ توازن بدوش سیدھی راہ جس کی طرف خدا کا قانون ہر اس شخص کی راہنمائی کرتا ہے جو اس سے راہنمائی حاصل کرنا چاہے۔
لِّلَّذِيْنَ أَحْسَنُواْ الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ وَلاَ يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلاَ ذِلَّةٌ أُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ(10:26)-
جو لوگ اس روش کو اختیار کر کے حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتے ہیں اس کا نتیجہ اتنا ہی نہیں ہوتا کہ ان کی اپنی زندگی حسین ہو جاتی ہے' بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی' کہ ان کا معاشرہ ذلت ورسوائی کے کرب انگیز عذاب سے محفوظ رہتا ہے اور ایک

ایسی جنت میں تبدیل ہو جاتا ہے جس پر کبھی خزاں نہیں آتی۔

وَالَّذِیْنَ کَسَبُواْ السَّیِّئَاتِ جَزَاء سَیِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَّا لَهُم مِّنَ اللّهِ مِنْ عَاصِمٍ کَأَنَّمَا أُغْشِیَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعاً مِّنَ اللَّیْلِ مُظْلِماً أُوْلَـئِکَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُونَ(10:27)-

اس کے برعکس جو لوگ ناہمواریاں پیدا کرنے والی روش اختیار کرتے ہیں، تو اسی قسم کی ناہمواریاں خود ان کی اپنی ذات میں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس طرح ان کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ اور ان کا معاشرہ بھی ذلیل اور رُوسیاہ ہو جاتا ہے۔ انہیں اس رسوا کُن عذاب سے جو قانونِ خداوندی کی رُو سے واقع ہوتا ہے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ان کی رُوسیاہی کا یہ عالم ہوتا ہے گویا کسی نے رات کی تاریکی کا ایک ٹکڑا لے کر اس کا نقاب ان کے چہرے پر چڑھا دیا ہو۔ ان کا معاشرہ جہنمی ہوتا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہتے ہیں۔

(یہ ہے پیارے وطن اسلامی جمہوریہ پاکستان کی اندرونی جھلک)۔

قرآن کریم میں مختلف احکام وقوانین کے بعد کہا کہ یہ ہے میرا (خدا کا) سیدھا راستہ۔ اسی کا اتباع کرو۔ اگر اور راستے اختیار کرو گے تو وہ تمہیں خدا کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔

وَأَنَّ هَـذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَن سَبِیْلِهِ ذَلِکُمْ وَصَّاکُم بِهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ(6:153)-

(ان سے کہہ دو کہ) یہ ہے تمہارے خدا کی مقرر کردہ، توازن بدوش راہ جو تمہیں سیدھی منزلِ مقصود تک لے جائے گی۔ میں بھی اس راہ پر چلتا ہوں۔ تم بھی اسی پر چلو۔ اسے چھوڑ کر اور راستوں کو اختیار نہ کرو۔ وہ تمہیں خدا کی راہ سے الگ کر دیں گے۔ اس نے تمہیں اس کا اس لئے حکم دیا ہے کہ تم زندگی کے تمام خطرات سے محفوظ رہ کر، امن و سلامتی سے اپنے نصب العین تک جا پہنچو۔

سورۃ ال عمران میں ہے کہ:

اعتصام باللہ سے صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی مل سکتی ہے۔ اعتصام کے معنی ہیں کسی چیز کو مضبوطی سے تھام لینا اور اس کے ساتھ وابستہ رہنا۔ اور اعتصام باللہ سے مراد ہے احکام وقوانینِ خداوندی جو الکتاب میں درج ہیں یعنی قرآن کریم۔ وَمَن یَعْتَصِم بِاللّهِ فَقَدْ هُدِیَ إِلَی

صِــرَاطٍ مُّسْتَقِيـمٍ (3:101)- یادرکھو! جس نے اس الکتاب کو محکم طور پر تھام لیا اور اسے اپنی حفاظت کا ذریعہ بنا لیا تو اسے یقیناً زندگی کی سیدھی اور متوازن راہ کی طرف راہنمائی مل گئی۔ الکتاب یعنی قرآن کو محکم طور پر تھام لینے کے معنی ہیں' اس کے اندر دیئے گئے نظام (دین) کو قائم' متمکن' Establish کرنا۔ یہ کسی کے فرداً فرداً اکیلے اکیلے کرنے کا کام نہیں کیونکہ اسلام مذہب نہیں بلکہ دین (اجتماعی نظامِ زندگی) ہے اس لئے خود خدا نے اقامتِ صلٰوۃ اور اس کے ایک گوشہ (نماز) کے حکم کی طرح' امر اور نہی کی حدوں میں گھیر کر' جمع کا صیغہ استعمال کر کے' جماعتِ مومنین کو اس کا حکم دے رکھا ہے اور وہ یہ کہ:

وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ......... لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (3:103)-

یادرکھو! دین نہ انفرادی مسلک کا نام ہے' نہ گروہ بندیوں کے طریقے کا۔ لہٰذا تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم سب کے سب بلا استثناء اجتماعی طور پر' اس نظام کے ساتھ محکم طور پر وابستہ رہو اور امت میں فرقہ پرستی اور پارٹی بازی کو مت آنے دو۔ (کیونکہ فرقہ پرستی شرک ہے (30:31-32) اور پارٹی بازی خدا کا عذاب (6:65)-

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ تاکہ زندگی کا صحیح راستہ تمہارے سامنے رہے۔

سورۃ یٰسین میں ہے کہ خدا کی محکومیت (عبودیت و اطاعت) سے صراطِ مستقیم سامنے آتی ہے۔ اللہ سے انسانوں کا تعلق قوانینِ فطرت اور وحی کے ذریعے دیئے گئے ان قوانین و احکام اور مستقل اقدار کی رو سے ہے جو قرآن کریم میں محفوظ ہیں۔ خدا کا ارشاد ہے کہ:

وَأَنْ اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ (36:61)-

اور یہ کہ محکومیت (اطاعت) صرف ہمارے قوانین کی کرنا۔ یہی وہ توازن بدوش سیدھی راہ ہے جو تمہیں منزلِ مقصود تک پہنچا سکے گی۔

اللہ نے یہ نہیں کہا کہ ہماری پرستش کرنا۔ دنیا کی ہر قوم اپنے اپنے طریق سے خدا کی پرستش کرتی ہے۔ اقامتِ دین کے بغیر مسلم قوم بھی خدا کی عبادت بمعنی پرستش ہی کرتی ہے' خدا کی عبادت بمعنی خدا کی محکومیت (اطاعت) ہرگز نہیں۔ حتیٰ کہ ہماری انفرادی مذہبی نماز بھی تو پرستش ہی ہے۔ نماز کی ہر رکعت میں اقرار کیا جاتا ہے کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں لیکن یونہی مصلّے سے پاؤں نیچے اترا' یا مسجد سے قدم باہر نکلا انسانوں یعنی غیر خداوندی قوتوں (طاغوت) کی محکومیت و اطاعت شروع ہوگئی۔ یہی تو سب

سے بڑا شرک ہے جو نا قابلِ معافی ہے' اور اس دنیا میں رسوائی اور ذلت آمیز عذاب کا باعث بنا ہوا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بھی شدید ہوگا۔

مسجدِ نبویﷺ! دین کے مرکز کعبہ کی برانچ ہے۔ دینِ اسلام کے صدرِ اول میں تمام امور و معاملات کے فیصلے' نماز کے اجتماع کے بعد مسجد کے اندر ہی سرانجام پایا کرتے تھے۔ جب تک دین قائم رہا اسے یہی پوزیشن حاصل رہی اسی لئے سورۃ الشوریٰ میں ہے کہ:

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (42:38)-

یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے نظامِ ربوبیت کے قیام کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ اس کے قوانین کی اطاعت کرتے ہیں۔ نظامِ صلوٰۃ پر کاربند رہتے ہیں جو انہیں یہ سکھاتا ہے کہ تمام امور کے فیصلے' قوانین خداوندی کی حدود میں رہتے ہوئے باہمی مشاورت سے ہونے چاہئیں۔ اور جو سامانِ زیست انہیں حاصل ہو (اس میں سے بقدر اپنی ضروریات کے رکھ کر باقی) نوعِ انسان کی ربوبیتِ عامہ کے لئے کھلا رہنا چاہئے۔

(یاد رکھئے! اقامتِ دین اور اقامتِ صلوٰۃ کی اصطلاحات قرآن کریم کی بعض آیات میں مرادف معنی میں استعمال کی گئی ہیں)۔ قرآن کریم میں اسی سلسلہ میں مومنین کی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ:

الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُوْلَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُوْلَئِكَ هُمْ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ(39:18)-

یہ وہ لوگ ہیں جو اس قرآن کو نہایت غور وخوض سے سنتے (اور سمجھتے) ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ جو معاملہ زیرِ نظر ہے اس کے لئے اس کا کونسا حکم سب سے زیادہ مناسب اور موزوں ہے۔ اس حکم کا اتباع کرتے ہیں (اسی کو تدبر فی القرآن کہا جاتا ہے) یہ ہیں وہ لوگ جو خدا کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں۔ انہی کو صحیح معنوں میں صاحبانِ عقل وبصیرت کہا جا سکتا ہے۔ (یعنی قرآن پر غور و فکر کرنے والے اور اس کی روشنی میں اپنی عقل سے کام لینے والے)۔

برادرانِ محترم! یہ ہے مقصد نماز میں کھڑے ہو کر اهـدِنَـــــا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ (1:6)- پڑھ کر تمناؤں اور آرزوؤں یعنی دعا سے۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں دین قائم نہ ہونے کی وجہ سے جو کچھ اوپر کہا گیا ہے یہ کچھ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے

انفرادی مسائل ہیں۔ نماز بھی انفرادی پرستش ہے' غیر مسلم بھی اپنی اپنی نماز پڑھتے ہیں۔ الگ الگ فرقوں کی اپنی اپنی مسجد بھی پرستش گاہ ہے۔ جس طرح ہم صرف کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں اسی طرح کہتے ہیں کہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں لیکن یہ صحیح نہیں۔ بشمول پاکستان ساری دنیا کا چکر لگا کر دیکھ لیں آپ کو ان عمارات میں سے ایک بھی ایسی نہیں ملے گی جس کے دروازے پر لکھا ہو کہ یہ اللہ کا گھر یا کعبہ کی برانچ ہے۔ اس کا فیصلہ کہ قرآن میں جہاں لفظِ عبادت اللہ کے لئے آیا ہے وہاں اس سے مراد خدا کی محکومیت ہے علاوہ دیگر آیات سورۃ الزمر کی ایک چھوٹی سی آیت سے ہو جاتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ:

قُلْ إِنِّيْ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصاً لَّهُ الدِّيْنَ (39:11)-

ان سے کہہ دو کہ (تم اپنے لئے جو فیصلہ جی چاہے کرو) مجھے تو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ میں قوانینِ خداوندی کی محکومیت اس طرح سے کروں کہ اس میں کسی اور کی اطاعت اور فرماں پذیری کا شائبہ تک نہ ہو۔

لفظِ دین کے بہت سے معانی میں سے ایک معنی اطاعت اور فرماں پذیری (Obedience) بھی ہیں۔

سورۃ یٰسین ہی کی آیت ہے کہ:

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِيْ آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (36:60)-

اس آیت میں بنی نوع انسان کو شیطان کی عبودیت سے منع کیا گیا ہے۔ علاوہ دیگر غیر خداوندی سرکش قوتوں کے انسان کے سرکش جذبات بھی شیطان کہلاتے ہیں۔ الطاغی کے معنی ہوتے ہیں وہ شخص جو حدود اور قوانین کی پروا نہ کرتے ہوئے یکسر سرکشی پر اتر آئے۔ اسی سے لفظ طاغوت ہے جو ہر اس طاقت کے لئے بولا جاتا ہے' جو قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کرے۔ اس جہت سے شیطان اور طاغوت مرادف المعنی ہیں۔ عملاً اس سے مراد ہوگا' وہ نظام' وہ معاشرہ' وہ حکومت' وہ عدالت' جو قوانین خداوندی کو چھوڑ کر' غیر خداوندی قوانین کے مطابق فیصلے کرے۔

سورۃ النساء میں ہے کہ ایمان کا دعویٰ اور اپنے معاملات کو تصفیہ کے لئے طاغوت کے پاس لے جانا۔ یہی تو کفر ہے۔ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُواْ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيْدُونَ أَن يَتَحَاكَمُواْ إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُواْ أَن يَكْفُرُواْ بِهِ (4:60)- دیکھئے! ان لوگوں کی حالت قابلِ غور ہے جن کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ قرآن پر اور کتبِ سابقہ پر ایمان رکھتے ہیں' لیکن چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کے فیصلے طاغوت (انسانوں) کے خود ساختہ قوانین کی رو سے

کرائیں؛ حالانکہ ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ قرآن پر ایمان کے معنی یہ ہیں کہ ہر غیر خدائی قانون سے انکار کر دیا جائے۔ طاغوت سے کفر اور اللہ پر ایمان فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىَ (2:256)- یہ ہے محکم سہارا۔ یعنی ایمان باللہ سے پہلے کفر بالطاغوت ضروری ہے اس کے معنی ہیں لا الہ الا اللہ. خدا کے سوا کوئی اور صاحبِ اقتدار نہیں۔ حکومت صرف اسی کے قوانین (قرآن) کے مطابق ہونی چاہئے۔ (There is no sovereign except Allah)۔ ہر غیر خداوندی الٰہ طاغوت ہے جس کا انکار ضروری ہے۔

سورۃ الحج میں ہے کہ ایمان لانے سے صراطِ مستقیم سامنے آتی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ(22:54)-

جو لوگ وحی کی صداقت پر ایمان لے آتے ہیں، ہم ان کی راہنمائی زندگی کی متوازن اور سیدھی راہ کی طرف کر دیتے ہیں۔

اس آیت میں ایک اہم نقطہ ہے اور وہ یہ کہ ایمان لانا پڑتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوئے اس لئے مسلمان کہلاتے ہیں لیکن، اپنے اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے اپنے طور پر زبان سے کلمہ دہرا کر پرستش کرنے سے ایمان نہیں لایا جا سکتا۔ ہم زبان سے کہتے ہیں کہ ہمارا قرآن پر ایمان ہے لیکن ہماری قوم کی اجتماعی عملی زندگی اس کتاب عظیم کی تکذیب کرتی ہے۔ ہم جیسے لوگوں کے متعلق خدا نے پہلے ہی پارہ میں فرمایا کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ(2:8)-

اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور قانونِ مکافات یعنی اُخروی زندگی پر ہمارا ایمان ہے لیکن وہ درحقیقت ان پر ایمان نہیں رکھتے۔

ہمارے علماء کرام کہہ دیتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کے متعلق ہے۔ ان سے پوچھنا چاہئے کہ آپ اپنے اپنے گریبان میں جھانک کر بتائیں کہ آپ کب اور کیسے ایمان لائے تھے؟ مَیں نے ایک دن اپنے بیٹے سے سوال کیا کہ آپ ایمان لا کر کب مسلمان ہوئے تھے۔ جواب ملا جب آپ نے میرے کان میں اذان سنائی تھی۔ میں نے کہا کہ میں نے تو آپ کو اذان نہیں سنائی تھی کہنے لگا یہ آپ کا قصور ہے۔ اللہ کو تو دنیا کی سب قومیں مانتی ہیں؛ بات اس کے عطا کردہ نظامِ زندگی پر ایمان لانے کی ہے؛ اور وہ قرآنی نظام (دین) کی مرکزی اتھارٹی (امیر المومنین) سے عہد (میثاق) کے ذریعے لایا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر انعام الحق، اسلام آباد

انتخاب لغات القرآن

☆ زندگی کی منزل سیڑھی اور اس کے ڈانڈے جیسی ہے۔ جو شخص اوپر چڑھنا چاہتا ہے سیڑھی اسے بلندی تک پہنچانے (درجات) کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ جو نیچے اترنا چاہتا ہے، وہی سیڑھی (درکات) اسے پستی کی طرف لے جانے کا موجب ہو جاتی ہے۔

☆ مرورِ زمانہ سے انسان کا جسم مضمحل ہوتا ہے۔ اس کی ذات (Personality) پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے موت سے بھی اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔

☆ جو شخص حق پر ہو وہ اگر اپنے مقام سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو وہ باطل پر پہنچ جاتا ہے۔

☆ مومن مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔

☆ یوم الدین میں کسی انسان کو کسی دوسرے انسان پر کوئی غلبہ واقتدار نہیں ہوگا۔ غلبہ واقتدار صرف قانون خداوندی کا ہوگا جو انسان کے لئے سب سے بڑی آزادی ہے۔

☆ جب کسی بات پر علم وبصیرت کی رو سے غور کرنے کے بعد، یا اس کے عملی نتائج سامنے آجانے کے بعد، ہم اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ وہ بات حق وصداقت پر مبنی ہے، تو اس سے سچا اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ جھوٹا اطمینان اپنے آپ کو فریب دینے سے حاصل ہوتا ہے۔

☆ اس دنیا میں عزت واقتدار، سرفرازی وسربلندی، شوکت وحشمت، دولت وقوت، حکومت وسطوت کی زندگی ایمان واعمال صالحہ کا فطری نتیجہ ہے اور ذلت وخواری، محکومی ومحتاجی کی زندگی خدا کا عذاب۔

☆ جب ہم اپنے آپ کو ''مجرم'' کہنا پسند نہیں کرتے، تو مذنب یا عاصی وغیرہ کیوں کہلوائیں؟ اگر ہم سے واقعی کوئی جرم صادر ہو گیا تو اس پر ہمیں ندامت ہونی چاہئے، نہ کہ اسے اپنے لئے نشان امتیاز یا پہچانے جانے کی علامت قرار دے دیا جائے۔

☆ ابتدائے اسلام میں صرف دین تھا۔ بعد میں جب مختلف ائمہ فکر وفقہ کی نسبتوں سے مختلف طریقے پیدا ہوئے تو دین کی جگہ مذہب (طریقہ) نے لے لی۔

☆ دنیا میں یہی ہو رہا ہے کہ طاقتور کا جانور پہلے پانی پیتا ہے اور اس سے اگر کچھ بچ جائے تو غریب کے جانور کی باری آتی ہے۔

☆ موجودہ نظام معیشت جس میں سرمایہ کے استعمال کے معاوضہ (Unearned Income) کو حلال وطیب سمجھا جاتا ہے قرآنی نظام کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پاکستان میں

غلام احمد پرویز علیہ الرحمتہ

کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل منظور شدہ مقامات پر ہوتا ہے

نوٹ: نمائندگان محترم سے التماس ہے کہ ایڈریس یا اوقاتِ درس میں تبدیلی کی صورت میں ادارہ کو فی الفور مطلع فرمائیں۔

شہر	مقام	دن	وقت
ایبٹ آباد	234-KL کیہال۔رابطہ۔گل بہار صاحبہ	بروز جمعہ	10AM
ایبٹ آباد	234-KL کیہال۔رابطہ: شیخ صلاح الدین' فون۔0992-334699' موبائل0321-9813250	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
اسلام آباد	برمکان ڈاکٹر انعام الحق' مکان نمبر 302' سٹریٹ نمبر 57' سیکٹر F-11/4 رابطہ: ڈاکٹر انعام الحق' فون نمبر 051-2290900' موبائل: 0333-5489276	بروز اتوار	11AM
اوکاڑہ	برمکان احمد علی' بیت الحمد' 180-AB-4' شادمان کالونی' ایم۔اے جناح روڈ' رابطہ میاں احمد علی: 0442-527325' موبائل: 0321-7087325	بروز جمعہ	3PM
پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین۔رابطہ فون نمبر:	بروز جمعہ	3PM
جہلم	جنجوعہ ٹاؤن' پوسٹ آفس فوجی ملز' نزد بیکن ہاؤس سکول۔رابطہ فون نمبر:	ہر ماہ پہلی اور آخری اتوار	4PM
چوٹی زیریں	بردوکان لغاری برادرز زرعی سروس' ڈیرہ غازی خان۔رابطہ: ارشاد احمد لغاری۔موبائل: 0331-8601520	ہر ماہ پہلا اتوار	12 بجے دن
چنیوٹ	11/9-W' گوجر چوک (گنبد والی کوٹھی) سیٹلائیٹ ٹاؤن۔ رابطہ: آفتاب عروج' فون: 047-6331440-6334433۔	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
حیدر آباد (قاسم آباد)	محترم ایاز حسین انصاری' B-12' حیدر آباد ٹاؤن' فیز نمبر 2' قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر آخری بس سٹاپ۔رابطہ فون: 022-654906	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
راولپنڈی	فرسٹ فلور' کمرہ نمبر 114' فیضان پلازہ۔کمیٹی چوک۔ رابطہ ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ' موبائل: 0332-5479377	بروز جمعہ بروز اتوار	4PM 4PM
راولپنڈی	برمکان امجد محمود' مکان نمبر 14/A' گلی نمبر 4' راہِ طلوع اسلام' جنجوعہ ٹاؤن' اڈیالہ روڈ' نزد جراہی سٹاپ' راولپنڈی۔رابطہ: رہائش: 051-5573299' موبائل: 0322-5081985	بروز اتوار	10AM
خان پور	بمقام مکان حبیب الرحمان' محلہ نظام آباد' وارڈ نمبر 9 خان پور' ضلع رحیم یار خان رابطہ: نمائندہ حبیب الرحمٰن۔فون نمبر گھر: 068-5575696' دفتر: 068-5577839	بروز جمعہ	3PM

سیالکوٹ	معرفت کمپیوٹرسٹی' سٹی ہاؤس' سٹی سٹریٹ' شہاب پورہ روڈ' رابطہ: محمد حنیف' 03007158446۔ محمد طاہر بٹ' 0300-8611410۔ محمد آصف مغل 0333-8616286۔ سٹی ہاؤس 052-3256700	ہر دوسرے اتوار	5PM
سرگودھا	B-4' گلی نمبر 7' بلاک 21' نزد مکی مسجد چاندنی چوک' رابطہ۔ ملک محمد اقبال۔ فون: 048-711233	بروز منگل	7PM
فیصل آباد	رحمان نور سینٹر' فرسٹ فلور' مین ڈگلس پورہ بازار' رابطہ: محمد عقیل حیدر' موبائل: 0313-7645065	بروز جمعہ	4PM
فتح پور' سوات	فتح پور' سوات' رابطہ: خورشید انور' فون: 0946600277' موبائل: 0303-8621733	بروز اتوار	3PM
	محترم ظاہر شاہ خان آف علی گرام' سوات کا ڈیرہ۔ موبائل: 0346-9467559	ہر اتوار	9AM
کراچی	105 سی بریز پلازہ' شاہراہ فیصل۔ رابطہ شفیق خالد' فون نمبر: 0300-2487545	بروز اتوار	10AM
کراچی	A-446 کوہِ نور سنٹر' عبداللہ ہارون روڈ' رابطہ محمد اقبال۔ فون: 021-35892083' موبائل: 0300-2275702	بروز اتوار	10AM
کراچی	ڈبل اسٹوری نمبر 16' گلشن مارکیٹ' کورنگی نمبر 5۔ رابطہ: محمد سرور۔ فون نمبرز: 021-35031379-35046409' موبائل: 0321-2272149	بروز اتوار	2PM
کراچی	نالج اینڈ وزڈم سنٹر' ڈی۔2' گراؤنڈ فلور' ڈیفنس ویوئز دا قراء یونیورسٹی۔ رابطہ: آصف جلیل فون نمبر: 021-35801701' موبائل: 0333-2121992' محمود الحسن۔ فون: 021-35407331	بروز اتوار	11AM
کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ۔ رابطہ فون: 081-825736	بروز اتوار	4PM
گوجرانوالہ	شوکت نرسری' گل روڈ' سول لائنز۔ رابطہ: موبائل: 0345-6507011	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
لاہور	B-25' گلبرگ 2' (نزد مین مارکیٹ' مسجد روڈ)۔ رابطہ فون نمبر: 042-35714546	بروز اتوار	10AM
لاڑکانہ	بر مکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ محلّہ جارل شاہ' رابطہ فون: 074-42714	بروز جمعہ	بعد نماز مغرب
ملتان	شاہ سنز پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ' وہاڑی روڈ' (بس سٹینڈ چوک سے تقریباً اڑھائی کلومیٹر وہاڑی کی طرف) ملتان۔ رابطہ فون نمبر: 061-6538572' موبائل: 0300-7353221	بروز جمعہ	3:30PM
منڈی۔۔ بہاؤالدین	رابطہ: خان محمد' (وڈیو کیسٹ) بر مکان ماسٹر خان محمد گلی نمبر 1' محلّہ صوفی پورہ۔ فون نمبر: 0456-502878	بروز جمعہ	10 AM
نواں کلی' صوابی	رابطہ بابو اسرار اللہ خان' معرفت ہومیو ڈاکٹر ایم۔ فاروق' محلّہ خدر خیل۔ فون نمبر:	بروز اتوار	10 AM
صوابی	بمقام چار باغ' (حجرہ ریاض الامین صاحب)' (رابطہ: انچارج یوٹیلیٹی سٹورز' مردان روڈ' صوابی)	بروز اتوار	3 P.M

فون نمبرز: (0938)310262, 250102, 250092

غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

خدائے علیم وخبیر اور رحیم وکریم کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ بزمِ طلوعِ اسلام لاہور آج ایک بار پھر قارئینِ کرام کے حضور ''**مطالب القرآن فی دروس الفرقان**'' کی انیسویں جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ زیرِ نظر جلد سورۃ احزاب' سورۃ سبا اور سورۃ فاطر اسی قرآنی تفسیر کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اس کرۂ ارض کی بلندیوں اور پستیوں میں ہر کھلنے والا پھول اپنی اپنی ذات میں خوبصورتی کے ساتھ مختلف قسم کی خوشبو کو اپنے دامن میں لیے ہوتا ہے۔ عزیزانِ من! بعینہٖ اسی طرح قرآنِ حکیم کا ایک ایک لفظ' اس کی ایک ایک آیت اور اس کی ایک ایک سورۃ' اپنے اپنے مقام پر عقلِ انسانی کو جلا بخشنے کے لیے قدم قدم پر ہر آن ایک نیا انداز پیش کرتی ہے۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ وحی کے سمندر سے اٹھنے والا ابرِ رحمت کا ہر ایک قطرہ مردہ قوموں کے لیے زندگی کا پیغام لیے ہوئے ہوتا ہے۔

جہاں تک جنگِ احزاب کا تعلق ہے تو یہ ایک ایسی تباہ کن جنگ تھی کہ جس میں کفار کے پندرہ' بیس ہزار کے قریب افراد نے حصہ لیا۔ چنانچہ زیرِ نظر تفسیر میں محترم پرویز صاحبؒ نے جنگِ احزاب کی ہولناکیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

> ''اس معرکے کے متعلق قرآنِ حکیم نے کہا ہے کہ یہ اس قدر زلزلہ انگیز' قیامت خیز تصادم تھا۔ اس زلزلے کے اندر بنیادیں تک ہل گئیں۔ بعض کے دلوں کے اندر اس قسم کے خیالات بھی آ گئے کہ مومن جو سیسہ پلائی ہوئی دیواروں کی طرح کھڑے ہوئے تھے ان میں بھی یہ چیز آ گئی کہ وہ پکار اٹھے کہ **متٰی نصر اللہ** (2:214)۔ بارِ الٰہا ہماری کوششوں کی بار آوری کا وقت کب آئے گا؟ اور تاریخ کہتی ہے کہ ان تمام پر ہجوم مصائب کے اندر ایک شخصیت ایسی تھی جو روشنی کے مینار کی طرح کھڑی تھی۔ یہ تلاطم خیزیاں آئیں اور اپنا سر ٹکرا کر واپس چلی جائیں۔ اور وہ عظیم شخصیت محمد رسول

اللہﷺ تھے۔ مؤرخ لکھتا ہے کہ وہ ایک ذات تھی جو ایک سیکنڈ کے لیے بھی اپنے مقام سے اِدھر اُدھر نہیں ہوئی' وہ حوصلے بڑھائے چلی جا رہی تھی۔ نبی یہ ہوتا ہے' امام اس کو کہتے ہیں۔ میدانِ جنگ میں بھی یہ کیفیت تھی۔ عزیزانِ من! قرآن نے اس مقام پہ کہا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (33:21) رسول اللہﷺ نے جو یہ روش اختیار کی تھی وہ تمہارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔ وہ تھا تمہارے لیے حسین ترین نمونہ۔ رسول کو ایسے مقام کے لیے حسین ترین! أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ' توازن بدوش نمونہ بننا ہے۔ کہا کہ: لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (33:21) لیکن انہی کے لیے یہ نمونہ بن سکتا ہے جن کو مکافاتِ عمل پر یقین ہو' جنہیں مستقبل کی زندگی پر ایمان ہو' جنہیں معلوم ہو کہ خدا کے ہاں جا کر ایک ایک چیز کا جواب دینا ہے۔ اور وہ اس لیے خدا کے قانون کو زیادہ سے زیادہ اپنے سامنے رکھیں۔ ان کے لیے رسول اللہﷺ کی یہ روش اسوۂ حسنہ تھی' بہترین نمونہ تھی۔''

عزیزانِ من! ان سطور کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو انسانی رہنمائی کے لیے نظری تعلیم ہی کافی نہیں ہوتی نقوشِ قدم بھی انسان کو متاثر کرتے ہیں۔ چنانچہ جنگِ احزاب کا ذکر کرتے ہوئے محترم پرویز صاحبؒ کا کہنا یہ ہے کہ:

''یہ نقوشِ قدم کہاں ڈھونڈیں' کہاں تلاش کریں؟ کہا یہ جائے گا کہ بالآخر ہمارے پاس تاریخ ہی تو ہے اس میں سے یہ نکلے گا۔ سیرت پہ جو کتابیں لکھی گئیں وہ سینکڑوں ہزاروں ہیں۔ تیرہ صدیوں میں دیکھیں تو شاید لاکھوں کی تعداد میں پہنچ جائیں۔ تو یہ اس تاریخ میں سے لکھی گئی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اس تاریخ میں جو کچھ بھی رسول اللہﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے' کیا وہ صحیح اسوۂ حسنہ ہے؟ یہ تاریخ انسانوں کی لکھی ہوئی ہے۔ وہ بھی جو پہلی مستند تاریخ' رسول اللہﷺ کے اڑھائی سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ اس سے پہلے کوئی WRITTEN MATERIAL (تحریری مواد) نہیں ہے' صرف زبانی روایات ہیں۔ پہلی تاریخ' طبری لکھتا ہے' سیرت پر ابنِ ہشام اور اسحاق کی' دو ایک پہلے بھی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مخالفین اور مستشرقین اعتراض کرنے والے ہیں' وہ اسی تاریخ سے تو رسول اللہﷺ کے خلاف وہ سارے اعتراضات لاتے ہیں۔ اگر ہم سند تاریخ کو

ہی قرار دیدیں تو اس میں تو کعب بن اشرف کا آپ ﷺ کی طرف سے (معاذ اللہ) جھوٹ بولنے کا قصہ بھی ہے۔''

عزیزانِ من! مذکورہ بالا حقائق کے بعد جہاں تک سورۃ سبا کا تعلق ہے تو زیرِ نظر سورۃ سبا کے سلسلہ میں جن جن عنوانات کی نشاندہی کی گئی ہے وہ یہ ہیں:

1۔ یہودیت کی کتابوں میں حضرت داؤدؑ کے متعلق حیا سوز قصے جو کتبِ احادیث میں راہ پا چکے ہیں۔ 2۔ مودودی صاحب مرحوم کے نزدیک ان واقعات کی تصویر کشی' تفہیم القرآن کے حوالے سے پیش خدمت ہے۔ 3۔ قرآنِ حکیم کی روشنی میں حضرت داؤدؑ کے بیان کردہ قصے کی اصل حقیقت۔ 4۔ حضرت سلیمانؑ کے پرشکوہ عہد کے متعلق ہمارے ہاں کے تفسیری قصے۔ 5۔ تصویر کشی کو حرام کہنے کے باوجود تصویر کھنچوانے کے عمل پر اعتراض کا جواب۔ 6۔ یہودیوں کی تورات کی تفسیر' تالمود کے بیان کردہ اکثر افسانے' ہمارے ہاں کی تفسیروں میں راہ پا گئے۔ 7۔ ہمارے ہاں کے ان افسانوں نے حضرت سلیمان کو (معاذ اللہ) جادوگر بنا رکھا ہے۔ 8۔ اسمِ اعظم کے قصوں نے قندیلِ آسمانی کو (معاذ اللہ) منتر کی کتاب بنا رکھا ہے۔ 9۔ حضرت سلیمانؑ کے متعلق اسمِ اعظم والی انگوٹھی کی تاثیر پر مبنی کہانیاں۔ 10۔ حضرت سلیمانؑ کے جانشین حضرت سلیمانؑ کے بیٹے کے متعلق قرآنِ حکیم کا بیان۔ 11۔ تصوف کی دنیا میں سیر وافی الارض کا عملی طریق۔ 12۔ ہمارے ہاں کی تفسیروں میں حضرت سلیمانؑ کی موت کی کہانی کا بیان۔ 13۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد آپ کی اس سلطنت کے زوال کی روئیداد۔ 14۔ ملکہ سبا کا قصہ۔ 15۔ قرآنِ کریم کے الفاظ میں ایک کامیاب حکومت کا نشان یہ ہے' مملکت سرسبز وشاداب ہو اور خدا کی حفاظت میں ہو۔ 16۔ ابلیس و آدم کی کشمکش کے تفصیلی قصہ کی نوعیت۔ 17۔ دنیائے تصوف کی ساری تگ وتاز جذبات کو مارنے میں مصروفِ کار ہے۔ 18۔ مذہبی پیشوائیت کی طرف سے خود ساختہ مذہب کی ملاوٹ سب سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ 19۔ آسمانوں پر خدا کی حکومت اور زمین پر انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی پیروی' اسی کا نام شرکِ عظیم ہے۔ 20۔ اور آخر پر یہ کہ جناب بوعلی سینا' الرازی اور مسعودی کے بعد صدیوں سے تحقیق کے میدان میں ہماری گاڑی ایک ہی جگہ کھڑی ہے۔

برادرانِ عزیز! سورۃ فاطر کے متعلق جن عنوانات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

1۔ کائنات کو عدم سے وجود میں لانے کے بعد بغیر کسی وقفہ سے نت نئے اضافوں کا ذکر۔ 2۔ قرآنِ حکیم نے اپنے ہاں آدم کے قصے کو تمثیلی انداز میں بیان کیا ہے۔ 3۔ کائنات کی تخلیق کا اصل مقصد انسانی جسم کی ربوبیت اور انسانی ذات کی

نشوونما ہے۔ 4۔ بچے کی تعلیم اخلاقیات سے شروع کرنی چاہیے۔ 5۔ ہمارے ہاں شیطان اور ملائکہ کا مروجہ تصور اور ہزار برس سے ذہنی انتشار کی نوعیت۔ 6۔ جب قوموں کی قومیں اپنے سرکش جذبات کو اپنا خدا بنالیں تو دوزخ کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ 7۔ شیطان کی زیرِ نگرانی قوموں کی اقتصادیات پر کنٹرول۔ 8۔ شیطانی منشور: آنے والی نسل کو تعلیم کے ذریعے اپنا محکوم بنا لینا ہے۔ 9۔ مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ شیطان کی ہر سازش کو قرآنِ کریم کی تلوار سے ذبح کرتا ہے۔ 10۔ کائناتی حقیقتوں کے اصول و اقدار کی نوعیت اور انسانی اعمال کی نتیجہ خیزی۔ 11۔ انسانی زندگی کی ابتدا پانی سے ہوئی' طین لازب سے ہوئی۔ انسانی پیدائش کا موجودہ سلسلہ اپنے اندر اربوں سال کی مسافت لیے ہوئے ہے۔ 12۔ غلط تراجم کے پیدا کردہ نتائج کی متضاد کیفیت۔ 13۔ اپنی ''میں'' کو دوسروں کے حوالے کرنے والا شخص حیوان کی سطح پر آ پہنچتا ہے۔ 14۔ اجڑی ہوئی بستیاں اور کھنڈرات تکذیبِ دین کرنے والوں کا منہ بولتی شہادت ہیں۔ 15۔ ہمارے علما کے نزدیک تو آنکھ کا عطیہ دینا بھی حرام ہے۔ مودودی صاحب مرحوم کے نزدیک آنکھ ہی نہیں بلکہ جسم کا ہر حصہ بطورِ عطیہ دینا حرام ہے۔ 16۔ لفظ تلاوت کا مفہوم پڑھنا نہیں بلکہ پیروی کرنا ہے۔ 17۔ قائداعظمؒ کی کہانی علامہ پرویزؒ کی زبانی۔ 18۔ شکرگذاری کو اپنائے بغیر گھر کا ماحول جہنم بنا رہتا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ اگر ان بیان کردہ تمام حقائق کو بہ نظرِ عمیق دیکھ لیا جائے تو قرآنِ حکیم کی تعلیم کو علیٰ وجہ البصیرت سمجھنے میں یقیناً آسانی ہوگی۔ جہاں تک نبوت کا تعلق ہے تو نبی کی شخصیت وحی کی روشنی میں انسانوں کو شخصیت سازی کے اصولوں سے آگاہ کرتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ تنہا عقلِ انسانی خواہ وہ کتنی بھی بلند ہو جائے وہ وحی کی روشنی کی پھر بھی محتاج رہے گی۔ لہٰذا یہی وہ قندیلِ آسمانی ہے کہ جس کی بنا پر قرآن کی عطا کردہ فکر' انسانی تصورات کو فلک بوس بلندیوں سے ہمکنار کر دیتی ہے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

محمد اشرف ظفر
بزم طلوعِ اسلام لاہور
دسمبر 2009ء

☆☆☆☆☆☆☆☆

BELIEF IN ONE ALLAH

By

Maj Gen (Rtd) Ihsan-ul-Haq

I have in a previous chapter, defined a Momin according to the Quran. After a Momin gives his word that he believes in the Quran and the value system given in it, he enters into and agreement with a society of which he is a part, of his own free will. Such a society is also based on Quranic value system.

ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة يقاتلون في سبيل... وعدا عليه حقا في

التوراة والا نجيل والقران و من اوفى بعهده... العابدون الحامدون السائحون الراكعون الساجدون...

وبشرالمؤمنين.

"Surely, Allah (Society based on Allah's value system) has bought from the believers their persons and their property. Theirs (in return) is the garden (guarantee of fulfillment of their basic needs for a peaceful and prosperous life). They fight in Allah's way, so they slay and are slain. It is a promise, which is binding on Him in the Torah and the Gospel and the Quran. And, who is more faithful to his promise than Allah. Rejoice, therefore, in your bargain, which you have made. It is a mighty achievement. (Allah will give you full protection and nourishment provided you fulfill your part of the pledge)…" 9/111-112

When they have given their word, the Momins act as follows:-

a) Whenever, they find that at a certain stage, they adopted the wrong route, they stop, get back to the place from where they went in the wrong direction, and then step on the correct route.

b) They follow the laws of God in all spheres of their life.

c) They discover the bounties of nature and come to a considered decision that all praise is indeed for God, the creator of those bounties for free use by humanity.

d) They traverse the universe in search of divine bounties.

e) They always submit to divine value.

f) They willingly, put their entire efforts in submission to divine values.

g) They (as administrators) enforce only those laws which are proclaimed by God as beneficial and prevent people form doing wrong, as wrong is defined by God.

h) They ensure that they themselves remain with the limits of Allah and as administrators ensure that others do the same.

These are Momins. Tell them there is peace and prosperity awaiting them…" 9/112.

As will be noticed, one does not become a Momin just because he repeats a certain statement formally. Becoming a Momin is a commitment to live according to an ideal way of life. The Quran appreciates that it is not possible for a large number of people to adopt this ideal in one go. The aim is to inform people, at the outset, of the goal they have to achieve in good time. They all take their time in achieving it or getting as close to it as possible. The society must realize that it must inculcate in itself certain noble values before it can expect its members to lead their lives in a decent way. One-ness of God has already been discussed in detail. Its major implication is that a Momin receives his permanent value system ONLY from one source and that is the Quran, the word of God. The Quran neither discusses nor encourages discussion of a God as a person out there somewhere. For a Momin, belief in Allah means belief in His laws.

FIVE DAILY PRAYERS

The one topic on which the Quran lays maximum stress is for the establishment of a society in which all members live their individual and collective lives according to a defined value system, preferably, a value system which does not exceed the limits of Allah as defined in the Quran. Such a system, of course, encompasses all spheres of life – economic, political, social etc.

Following in the footsteps of leader and never going beyond him is the basic meaning of the expression Salat, in Arabic language. As is common in all languages, root words have many different connotations when used in different contexts. This is specially so in Arabic. There are hundreds of words for a camel, a horse or a sword. The basic connotation of (ص ل ی) or (ص ل و) is "the middle of posterior, a place where an animals' tail is located". Another connotation is to keep constantly sticking with something or somebody. In a horse race the leading horse is 'Sabiq' (سابق) - the one in front. The following horse who is running so that its ears are close to the tail of the leading horse is 'Mussalee'. The second horse, while very close to the leader, never runs past the leader. This is the relationship between God's laws and a Momin.

God is going along a balanced path.

انی توکلت علی الله ربي وربكم... ان ربي على صراط مستقيم.

"…Surely my Sustainer is set on a balanced path." 11/56.

The Momin, wanting to follow in the footsteps of God, whishes to get to know this path so that he can constantly tread in the footsteps of God.

اهدنا الصراط المستقيم.

"Give us guidance towards the balanced path (which will lead us to peace and prosperity)." 1/6

In the universe, all things other than man are willy-nilly, treading on the path determined for them by God.

الم تر ان الله يسبح له من في السماوات والارض والطير صافات كل قد علم صلاته

وتسبيحه والله عليم بما يفعلون.

"When you observe carefully, you will find that all things in the universe are striving their utmost (for producing the bounties of God) in the way of God, also the birds with their wings out stretched (indicating full effort). All beings (except man) know the sphere of their work and the full effort they have to devote to accomplish their duties (it is innate in them)…" 24/41.

Notice the use of word (Salat) صلوة and (Tasbeeh) تسبيح denoting, following a set path and exerting with maximum effort to do their duty in the direction set for them. All living beings (except man) are doing so, instinctively. They have no choice. Man, on the other hand, has been given freedom of action. He is not compelled but persuaded to (Salat) صلوة and (Tasbeeh) تسبيح i.e. work hard to achieve a noble aim by following a decent course of action. He is at liberty to set no aim for himself and take it easy, if he so wishes. Obviously, this course of action will have undesirable consequences. But if he does decide to work hard to achieve a goal, he again has a choice of either deciding upon the goal by himself as well as the means to achieve the end or asking God for advice on what his aim should be and what are the fair means to achieve such an aim. The Quran offers advice on both counts and asks believers to establish institutions, which would facilitate individuals in following in the footsteps of God. This is (Salat) صلوة and (Tasbeeh) تسبيح for human beings. It is not some kind of an individual act. People have to reflect and in the light of divine guidance, to set a common goal, not individual goals. It has to be collectively determined, in the light of divine guidance, as to which are fair and unfair means, agreed upon by all after a free and fair discussion.

الذين ان مكناهم في الارض اقاموا الصلاة واتوا الزكاة وامروا بالمعروف....

"Momin are those when they have achieved sovereignty in a land, establish Salat, give nourishment to people, and enjoin good and forbid evil…" 22/41.

It should be noted that sovereignty in a given piece of land is a pre-requisite for establishment of Salat. Understandably so, because only in such a situation, people are free to determine their own course of action. And deciding the details of Salat is also a collective task, which free people undertake in consultation with each other.

والذين استجابوا لربهم واقاموا الصلاة وامرهم شورى بينهم....

"Momins are those who respond to the call of God, and establish Salat and determine the details of fair and foul in consultation with each other…"42/38.

When people get together to consult each other in formulating the details of Salat they have to offer their considered opinions. They also have to debate on the desirability of

adopting or rejecting various courses of action offered by other participants. For this, they have to be in full possession of their faculties before they can participate in this activity.

يايها الذين امنوا لاتقربوا الصلاة وانتم سكارى حتى تعلموا ماتقولون....

"O you who believe, do not go anywhere near Salat when you are in a state of intoxication. Only, do so when you know exactly what you are saying…" 4/43.

A man who has lost his cool, whether under the influence of drugs or anger or any emotional stress, must not waste other peoples time by being illogical and irrational in a debating institution. In modern times, freely elected local councils, welfare institutions, district and provincial assemblies or federal parliaments would all appear to be a genuine attempt at evolving a collective system of Salat. We, all hope that their composition will improve when electors exercise their judgements in choosing their representatives with care and the elected people learn to remain within the Limits of Allah when legislating for their times.

Salat, encompasses all fields of human activity. We, must follow in Gods' footsteps in all spheres of life. It was very unfortunate when Muslims restricted the application of Salat in only on spheres, that is worship. Following in the footsteps of God was enjoined upon all messengers of God. Take Shoaib for example.

قالوا ياشعيب اصلاتك تامرك ان نترك مايعبد اباؤنا او ان نفعل في اموالنا مانشؤا......

"They said O Shoaib, does the Salat that you enjoin, tells us that we should forsake the way of life followed by our ancestors or that we should not do what we please with our economy…" 11/87.

It is clear from here that the Quranic Salat has certainly something definite to do with an economic system. Shoaib goes on to expand on the various aspects of Salat as enjoined by him when he says, among other things.

....ان اريد الا الاصلاح مااستطعت وماتوفيقي الا بالله عليه توكلت....

"What I wish to do is to effect improvement in every way that I can…" 11/88.

The establishment of Salat means following the laws of God in all respects as opposed to following other laws including man's own evil instincts when they urge him to take the easy way out.

فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلاة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا

"The messengers conveyed divine message, but there came after them an evil generation who forsook Salat and followed their own lusts…" 19/59.

Implications of Salat become very clear here when its opposite is "following own lusts" rather than, "following in the footsteps of God". And, lusts encompass all spheres of life.

An important connotation of Salat is when it is used in the form of 'Salat A'la'(على صلوة)- it means to respect somebody; to wish somebody well and to appreciate somebody's

efforts so that it encourages him to do the good work he is doing with even more enthusiasm. When Momins are striving hard, working day and night steadfastly for the establishment of a peaceful and prosperous society in the world by perusing the laws of God, He, along with His forces of nature, deeply appreciate this activity, wishes them well and encourage them to continue on these lines.

هو الذي يصلي عليكم وملائكته ليخرجكم من الظلمات الى النور وكان بالمؤمنين رحيما.

"He is who sends blessings on you and so do His angels, that He may (with your efforts) bring you forth out of darkness into light…" 33/43.

God was specially pleased with the Messenger Muhammad for the steadfastness with which he faced the obstacles placed in his way and continued to advance the cause of God in the face of hardships and torture.

ان الله وملائكته يصلون على النبي يايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما

"Surely, Allah and His angels bless the Prophet. O you who believe, you should also bless him by following His commands willingly and in full." 33/56.

It should be noted that God has Himself indicated the way Momins should appreciate the noble work undertaken by the Prophet. And, the way is to join hands with him and willingly obey his instructions so that they can participate in the advancement of the cause of God. This is a call for action by the Momins. It is to be regretted that we respond to this invitation to work with just uttering some words:

اللهم صلى على محمد عبدك ورسولك و على المومنين والمومنات

"O God, bless the Prophet…" not even realizing that we are asking God to do what He has already told us that He and His Forces of Nature (Malaika) are doing. By just repeating a few words, millions of Muslims all over the world spend their useful time in an unproductive activity and are happy that they are following divine instructions. No wonder, neither they nor society at large, accomplish anything significant as a result of this action.

From what we have seen so far, Salat is an activity, which goes an all the time in all places. In whatever spheres of live, at whatever time of the day or night, whenever and wherever Muslims are performing their duties according to divine laws, that is the establishment of Salat. But, the term Salat is also used for periodic gatherings of Muslims for consultation on resolving issues facing them. Such Gatherings are convened to meet at designated places and times.

......فاقيموا الصلاة ان الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا.

"Participation in Salat gatherings is mandatory for Muslims at designated times and places…" 4/103.

Howsoever busy they may be in work, commerce or entertainment or other daily chores, they must shed these activities and gather at the time and place announced for gatherings. When matters under discussion have been considered and resolved, they should disperse and resume whatever activity they were busy in before the meetings.

ياايها الذين امنوا اذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع ذلكم خير لكم ان كنتم تعلمون. فاذا قضيت الصلاة فانتشروا في الارض وابتغوا من فضل الله واذكروا الله كثيرا لعلكم تفلحون. .....ماعند الله خير من اللهو ومن التجارة والله خير الرازقين.

"O you who believe, whenever a call is made for getting together in the cause of God, shed all other business and hasten to participate in such meetings convened for your common good in obedience to the laws of Allah. This would be very useful for your common good. When the meetings are declared closed, spread out to resume your economic and other activities. And, remember that if you wish your activities to be fruitful, always perform them in accordance with the laws of Allah. Some new entrants in your movement, O Prophet, leave you in the lurch when they see profit or better entertainment elsewhere. Tell them that whatever you will get as a result of following the laws of Allah would be better for you than waste of time and energy in wrong kind of business and entertainment…" 62/10-11.

Such meetings could be convened at any time of day and night, whenever necessary. The Quran recommends that the matters at issue should first be discussed in the light of Quranic guidance in a calm and peaceful environment before sunrise when life's hustle and bustle commences. Then, throughout the day from sunrise to noon, after sunset, meetings could be called when necessary. The Quran does not give the frequency and timings of such gatherings. Muslims would have to decide these matters according to their requirements of the time.

اقم الصلاة لدلوك الشمس الى غسق اليل و قران الفجر ان قران الفجر كان مشهودا. ومن اليل فتهجد به نافلة لك عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا.

"First, discussion of issues under Quranic directions should be before sunrise. Thereafter, have such meetings on and as required basis from sunrise to just after sunset. (Generally, night is meant for rest). But if circumstances so demand, some designated people and especially you should work for some part of the night also (so that broad directions for collective good are formulated in emergencies)…" 17/78-79.

There is one other passage where the Quran urges convening of such gatherings as found necessary, without specifying timings and frequency.

واقم الصلاة طرفي النهار وزلفا من الليل ان الحسنات يذهبن السيئات....

"Establish Salat, during the day, evenings or early part of night…" 11/114.

People have to work hard to implement decisions arrived at during these meetings. For this the Quran recommends continuous hard work during day, evening and parts of night when necessary.

فاصبر على مايقولون وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب. ومن اليل فسبحه وادبار السجود.

"O Prophet, inspite of what your opponents have to say to ridicule your programme, you should remain steadfast in your resolve. And, keep putting in sustained hard work from before sunrise to before sunset and at night when necessary… " 50/39-40.

There is a specific mention of Salat-al-Fajar and Salat-al-Isha in chapter-24 in connection with the conduct of household servants etc. at certain hours.

(Continue)

==============================

ENJOY YOUR STAY AT

HOTEL PARKWAY (PVT.) LTD.

NEAR RAILWAY STATION – LAHORE

ALL COMFORTS AVAILABLE:

- T.V. & FAX
- AIR-CONDITIONED
- TELEPHONE EXCHANGE
- CAR PARKING
- EXCELLENT SERVICE

PH:0092-42-36315647-52, FAX: 0092-42-36366029

JIHAD IS NOT TERRORISM

PROPAGANDA

By
Ghulam Ahmad Parwez
English Rendering by
Shahid Chaudhry

==============================

Those responsible for extending an invitation to the way of Allah should appeal to the intellect, prudence, insight and discernment of people; only then they will be able to influence them by the principles of Islam.

> (O Messenger, tell them), "My way and that of my followers is very clear and straight. My call is based on firm conviction and reason. My followers also follow this (style of inviting to the way of Allah with reason and subtle preaching). Allah is much above our setting up peers to Him." (12:108)

Compulsion and Duress is Despotism

The Quran warns us by recounting particular details of fallen nations that wayward and despotic rulers abrogated men's right to freedom of expression and owing to their dominating power forced their religion on others. In context of Hazrat Shuaib (Jethro of the Bible) and his people it states:

> The leaders of the arrogant party among his people (who were intoxicated with power and wealth) said, "O Shuaib, we will certainly drive you and your followers out of our city, or you will have to accept our religion." He replied, "Are you going to force your religion on us even though we abhor it?" (7:88)

And at a number of places it is mentioned in the Quran that when the court priests ('magicians' of the Bible) of Pharaoh saw the truth and declared their convinced faith in the Sustainer (God) of Hazrat Musa (Moses), the arrogant Pharaoh exclaimed:

> (Pharaoh) said: "You believe (in Musa) without my permission? Surely, he is your chief. He has imparted to you spurious knowledge. Be sure now, I will cut off your hands and your feet alternately, and I shall crucify you on the trunks of palm trees, and you shall know for certain which one of us can inflict sterner and more lasting punishment." (20:71)

Acceptance under Duress is Invalid

The Messengers (Prophets of God) came to eradicate this tyranny, despotism, domination and injustice. As such, the objective of Islam is to wipe off despotism and compulsion so as to create an atmosphere in which man has the rights of

freedom of expression and free choice. Now, consider a supposition: a man is steadfast in conviction but is compelled to violate the Divine laws; should he be considered a transgressor? In the light of the Quranic teachings the answer to this question is in the negative. Acceptance under duress does not amount to belief (16:106). So acceptance of *Kufr* (ideas opposed to the Quran) under compulsion does not make you a *Kafir* (Rejector), who rejects the teachings of Islam. Similarly, acceptance of Islam under coercion would not make one a Muslim. The Quran is very cautious in this regard. For instance, some Bedouins were impressed by the power and majesty of the Muslims and accepted Islam. The Quran said to them, "Do not call yourselves 'Believers'; you have merely submitted to the political system of Islam - *Eiman* (belief in the Divine Guidance with reason and knowledge) has not entered your hearts." (49:12). Therefore, to be a Muslim *Eiman* should reach the depths of your heart. This means that there should be no contradiction between your thoughts, utterances and actions; they should all be in accordance with the Divine Guidance as enshrined in the Quran. Can this type of *Eiman* be created under duress? Obviously, not.

Apostasy

Leaving non-Muslims aside, even if a Muslim develops doubts about the truth of Islam, will he remain a Muslim? The answer is again in the negative. The reason is obvious: a man is free to enter the fold of Islam and he is at liberty to leave it. Therefore, the Quran does not prescribe any punishment for apostasy. No one must be terrified by threats of punishment into staying within Islam, nor must one be forced to become a Muslim. The very idea is meaningless.

No Compulsion in Islam

Now let us come to the verse that is the final word in this regard. This verse is enough evidence to remove all doubts about the matter. The Quran states:

> [If Allah, the possessor of such might, had desired then His order could have been established in the human sphere as it is in the natural sphere, but He did not wish to exercise compulsion.] There is no compulsion in Islam. Through His revelation Allah has made the right and the wrong path clear and left men free to choose either path (18:29, 90:10, 76:3). Whoever turns away from the wrong path of oppressive forces and comes to the right one has grasped the trustworthiest handhold, which will never break. Allah is all Knowing and all Hearing. (2:256)

There is nothing more to say in this context because 'the right direction has been made distinct from the wrong one' (2:256).

Why, then, all the fighting?

There is no compulsion in Islam; Islam is an ideology of peace and guarantees security; Islam is all for reconciliation and peace. Why on earth, then, are the pages

of the Quran, books of history and biographies of the last Messenger filled with episodes of war? In fact, biographies of the last Messenger penned by the earlier writers talk more about wars than the life, times and character of the son of Abdullah.

Doubts have arisen about war and related questions because Islam has classed as 'religion'. Islam is **not** a religion. In fact, it is a challenge to Religion because it is *Deen*. There is a subtle difference between religion and *Deen*. If one ignores this difference then all sorts of doubts and confusions crop up.

Religion and Deen

Religion involves a private and personal relationship between man and God. This relationship does not concern itself with man's worldly life for which he requires another system called the State or Government. In religion, God is just an object of worship. Man is the worshiper and God is the worshiped. But Islam is not religion. It is *Deen*. The word *mazhab* (religion) is not even mentioned in the Quran.

In comparison, *Deen* is the entire system of life. It encompasses each and every aspect of human life. When one ponders on the varying aspects of human life, one realises that the word *Deen* used by the Quran in this context is both eloquent and comprehensive.

In comparison to all other creations man is born without the means to defend himself. In order to protect and defend himself he is dependent on collective life or society. As such, man is defined as a social animal.

Society is dependent on rules, regulation and laws because when a man leads a social life the effect of his thoughts and actions are not confined to him alone. Therefore, it is not possible for a human society to survive without rules and laws.

The system under which this society survives is called 'the state' in modern terminology. This system is called 'System of State'. It has one central authority that maintains the social norms and rest of the members of this State remain obedient and subordinate to that authority.

The members of a State adopt this life of obedience and subservience because it is beneficial to them. As such a social system will have the following organs:

– Central authority

– Obedience and subservience of the members

– A constitution that is to be followed

– Effects of this on life

– System of State

The Quran introduces this system of state with a comprehensive term of *Deen*. Ever since man attained consciousness and started living in a society he has developed and adopted varying methods of establishing a State. During the ancient period man led a nomadic life where tribes were governed by autocratic chieftains. Times changed. Man graduated to dictatorship, to nationalism, to fascism, to communism, to democracy, and so on. Though these are all different types of States but they differ only in form and not in character. The underlying spirit governing these types of States in all ages has always been the same. These States were formed on the basis of race, language, colour and nation, and on the belief that some people have the right to draft laws for the rest of the people. But the Quran declared that these types of States and the basis of forming them are all fabricated by men and therefore in the wrong. Unity of ideology should be the basis for establishing a State, I.e. a group of people believing in one particular ideology of life are members of one community and citizens of one State. And the basis of such a State is that no man has the right to draft laws for other men; only Allah has the right to formulate immutable laws. As such, in this system only Allah is the Central Authority and sovereignty lies with Him alone. Since the natural outcome of belief in Oneness of the Creator is unity amongst the created, the foundation of this system is based on justice.

The Meaning of Justice

Justice under manmade laws means decisions in accordance with the law current at any given time. For instance, at one time consumption of alcohol was prohibited in America. Anyone found violating this law was punished and it was considered just. Now this law has been repealed and, consequently, alcohol consumers cannot be questioned or punished. Today this is considered justice. So manmade laws change with time and space. They are relative, not absolute. As such, it is possible that a decision that is considered 'just' may not be just at all. At the most one can say that the decision is in accordance with the laws in use.

The laws of Allah, as stated earlier, are immutable and based on the absolute truth. So, the decisions taken on their basis would be absolutely and really just. In this system justice would mean that every individual is provided with equal means and opportunities to develop their latent faculties. This way they will achieve their deserved status in society in accordance with their developed faculties. Therefore the salient features of the *Deen* that has been introduced by the Quran to the world are:

- In this State central authority and sovereignty lies only with Allah.
- All members of this community are equally obedient and subservient to the laws of Allah.

- The fundamental laws and principles of this State are enshrined and preserved in the Quran.
- The practical outcome of this system is justice which every member of the State is responsible for establishing. If (s)he fails to perform his/her duty (s)he will be held accountable in the Court of Allah.
- This then is *Ad-Deen*. It is also called Islam. Every Messenger, from the first to the last, propagated the same *Deen*.

Messengers (Prophets of God) came to establish this *Deen*. But once they were no more, their followers used to reduce it to 'religion'. For instance, during the time of Hazrat Isa (Jesus Christ) the Jews had totally abandoned the concept of *Deen*. That is why the Jews opposed Hazrat Isa who wanted them to revolt against the despotic rule of the Romans. But, to the Jews, it meant an end to their religious hegemony. So they started opposing the son of Mary.

The last Messenger, Muhammad, also came to establish this *Deen*. The Jews and the Christians had disfigured the original message of *Deen* to such an extent that when the last Messenger appeared, the Bible had already been filled with non-divine teachings like – 'render therefore to Caesar the things that are Caesar's, and to the Church the thing that are Church's.'(Luke 21/25). In other words, *Deen* (the affairs of the Hereafter) was had been separated from the affairs of the world (the Here). Oneness had given way to Duality. It happened because *Deen* was replaced by 'religion'. Religion was monasticism for the masses and governance was the right of Caesar. The Quran came to eradicate all these anomalies, so it declared:

> The monasticism which they invented for themselves was not prescribed by Allah for them. (57:27)
>
> Allah sent only *Deen* through His Messengers. This *Deen* is:
>
> The only *Deen* prescribed by Allah for all humanity is Islam. This was given also to the earlier Messengers but their followers created differences through mutual jealously. Allah's law of Requital is that whoever rejects the Divine guidance Allah is Swift in calling him to account. (3:19)

The Practical form

The basic characteristic and fundamental distinction from other systems of *Deen* is that in it requires one to obey the laws of Allah and no one else.

> (O Messenger) follow that what is revealed to you and wait steadfastly till Allah settles the issue between you and your opponents. He is the best of all judges. (10:109)

The Meaning of Ibada

This obedience and subservience is termed *ibada* in the Quran. (This comprehensive Quranic term is commonly – but erroneously – is translated into English as 'worship' and regrettably has been taken as such in the entire corpus of conventional Islam). *Ibada* literally means slavery and subservience. As such, the relationship of man and Allah is of that of Master and slave and not that of worshiper and the worshiped. Please recall the sermon of Hazrat Yusuf (the Biblical Joseph) - that provided him comfort in the dark cells of jail - which makes it very clear that authority and the right to rule rests only with Allah (*inil-Hukmu illaa lillaah*, 12:40): therefore, obey and be slave of Allah only (*amara allaa ta-buduuu illaaa iy-yaah*, 12:40). The two passages make the meaning of *ibada* very clear.

> (O Messenger) say to them: "I am but a human being like you with the only difference that it has been revealed to me that the entire authority rests with Allah the One; let him who believes in His law of Requital do that which is right, and not to obey anyone other than Allah and thus associate any authority with Him." (18:110)
>
> A little earlier in the same chapter it states:
>
> He allows none to share His governance. (18:26)

Therefore, according to the Quran, *ibada* is not 'worship' but is to become obedient and subservient to Allah. So, when a slave of Allah states *iyya-ka nabuuduu* ('we obey only You – 2:5) to Him with humility, he accepts being the obedient slave of Allah and in this way he is in fact sounding the bugle of revolution by *Deen* against 'religion'.

Religion and Politics

Manmade laws divide human life into two compartments of religion and politics. Accordingly, God becomes an object of worship whereas 'worldly' affairs are governed by manmade laws of the land. At the time of the advent of the last Messenger this duality was at its peak and consequently there was chaos and disorder in the entire world. Indeed the last Messenger came to eradicate this duality. Dr. Muhammad Iqbal [1] states:

> *Foundation of the Church upon monasticism was laid,*
>
> *How could kingship in mendicancy be contained?*
>
> *Royalty and monk-hood between them contended,*
>
> *It is exaltation, the other debasement;*

[1] Dr. Muhammad Iqbal (1877-1938) was the foremost Islamic philosopher of the last century as well as a poet and political leader. He is considered the spiritual father of Pakistan, having advocated a free Muslim state in India in 1930, though he never lived to see Pakistan appear on the map.

Politics freed itself from Faith,

Nothing did holiness of the old man of the Church avail;

When separation took place between wealth and religion,

All that was left was over-lordship of desire,

Duality is the misfortune of State and Religion,

Duality is the benightedness of civilisation's eye,

It is the miracle of a desert-dweller,

Bearing of good tidings is synonymous with warning;

Safety of mankind in it lies,

That sufi [the mystic] *and the King become one.* [2]

This was the thought that the last Messenger propagated among people who had broken their covenant with Allah (that subservience is only for Allah). These people were spreading chaos and disorder on earth because they had violated the laws of Allah by dissociating politics from religion.

> (Who are *Fasiqin*? They are people) who break their covenant with Allah and who sunder what Allah has ordered to be joined. They, thus, create disorder and mischief in earth (with their misdeeds). (But little do they realise that by doing so) they cause loss (only) to themselves. (2:27)

Power and Authority

No system of State can be established without power. Law becomes law only when there is an authority to implement it. The Quran in the following inspiring words states this fact:

> (O people) this is a fact that We had sent aforetime Our Messengers with unambiguous proofs and sent with them the Book (of law) and balance (of right and wrong), that men may strive to establish justice. And We sent down (the sword of) iron in which is great might, as well as many benefits for mankind, that Allah may test who it is that will help (in establishing the *Deen* of) the Unseen and His Messengers: for Allah is full of strength and exalted in might. (57:25)

The State system is established by the Book (law) and iron. [3] Law without the power of implementation is nothing but a code of ethics. Religious leaders often preach this in their sermons the audiences enjoy sermons hoping that God will bless

---

[2] M. Iqbal, *Baal-e-Jibril*

[3] Iron meaning power; an allusion to force of arms since iron/steel formed the material for swords, the weapon representative of force

them because their religious leaders have given them valuable counsel; but, they only deceive themselves. On the other hand, power unbridled by law creates anarchy and despotism in the land.

In religion (i.e. law without power) the basis of right and wrong is settled through debates and arguments. Everyone tries to prove the supremacy and truthfulness of their religion through logic and philosophy. The Quran provides Permanent Values (immutable laws) for whose implementation power and authority are indispensable.

Government (Political power)

The power to implement these values is known as *Istakhlaf* (government). The *Deen* is established through *Istakhlaf*.

> Allah has promised such of you as believe (in His revelation with reason and knowledge) and do good deeds (in order to accept the responsibility of governance) that He will surely make them to succeed (the present rulers) in the land just as He caused to succeed (others) those who were before them; and that He will surely establish in authority and power their *Deen* which He has approved for them, and that He will change (their state), after the fear in which they (lived), to one of security and peace so that they remain obedient and subservient only to Him. Those who reject (the Divine laws) henceforth, they are the miscreants (who spread rebellion and disorder in earth). (24:55)

What, then, is the result of establishing the *Deen*? Man does not associate anyone with the Authority of Allah and remains obedient and subservient (*ibada)* only to Him. In this way the laws enshrined in the Quran would be implemented and the power thus achieved would be accountable to the laws of Allah. The Quran and the sword (wisdom and power) are inseparable. In other words, to make the teachings of the Quran practically applicable one needs power which should be guided by the teachings of the Quran.

About this power the Quran states:

> O Muslim, keep ready what force you can muster to meet your enemy together with strong cavalry with which you can strike terror in the hearts of those who are enemy to Allah and to you; and those beside them whom you do not know but whom Allah knows. (8:60)

This, however, does not mean that the *Deen* given by Allah and enshrined in the Quran would be established by the power of the sword. People would not be forced to become Muslims. We have already stated in detail that forcing a person to become, or remain Muslim, is against the basic fundamentals of the Quran. Now the question arises: What is the purpose of this power? The following chapter proposes to present its answer.

=================

PARADOXICAL JUSTICE

(Federal High Court Judge sent to jail)

By

Abdul Rasheed Samnakay, Australia

=======================

Introduction- Recently Justice Marcus Einfeld of Australia, a Federal High Court judge, a Queen's Counsel -QC, recipient of Order of Australia- AO, a Human rights Commissioner and activist and an iconic personality, was sentenced to two years jail.

The offence was that in order to avoid paying a $77 traffic speeding fine, he alleged that it was his lady friend who was driving his car at the time the speed camera snapped it for speeding at sixty km/h in a fifty km/h speed zone. He was acquitted.

A newspaper editor grew suspicious of the case and investigated the matter. The Police then got involved and found that the alleged lady driver in fact had passed away few years prior in the US! The alibi was thus found to be false and one thing led to another. In March 2009 Einfeld was found guilty of perjury and perverting the course of justice and sent to jail for two years.

Thus a very distinguished career of a Judge came crashing down to an ignominious end!

Dear Abid and Uzminah

Been a long time we have not taken up weighty issues, and you came up with this one!

We are perplexed as to why even an ordinary person would do such a thing! One routinely pays traffic fine and no body is the wiser. One almost felt sorry for Einfeld, thinking that because he was of a lofty position that as a judge, being caught breaking the law of the land, however minor, was unthinkable or even a calamity in a civilized society! If that was what he was thinking then he should have been let off for a frailty of a human being who panicked, being a noble and a decent person.

But that was not the case as it turned out during the investigations. There were a few such previous incidences too, but he had escaped justice!............ Or was he after all let off because of his position?

For an ordinary citizen of the world, this world called 'the global village', modern justice systems are unfathomable paradoxes to you and I! To cite just a few examples:

- Drivers of vehicles, knowing very well that it is illegal to drive 'under the influence' take innocent lives on roads due to their drunkenness. When charged they are fined a few dollars or their driving license is cancelled for a few months. On the other hand, in many countries one is sent to jail for years if embroiled in a fist fight only!
- For years CEOs (Lately dubbed Criminal Extortion Officers?) of multinational corporations have been running the companies in the ground and put hundreds of employees out of jobs but the CEOs are not only paid their full salaries but additional bonuses in millions of dollars. Yet if an employee steals a few dollars from the company he/she is sent to jail as a criminal!
- Political murders and disappearances of people in power struggles, happen routinely, or foes are imprisoned on trumped up charges and even put to death, the culprits are hardly ever brought to justice. If ever brought to Court they walk out free. Yet rapes and tortures are carried out routinely in many countries but when the victims demands justice, it is often the victims who are put away often for life, or disappear, particularly in our countries!

In Marcus Einfeld's case, the justice meted out would have been exemplary, as you say, had the accused been guilty of the offence for the first time, that is, if he was caught and punished after the first offence. Then some aspects of the case could have been very interesting to discuss with reference to this country. Judging from the reaction here, this is a gut wrenching event in the legal/moral history of the nation.

Not very long ago this country was a British Convict Colony and once some people here even boasted of their 'convict ancestry'. But now it ranks as a world class, civilised, democratic and a developed nation where people from poorer parts of the world scamper to migrate. So what has changed?

The two salient words that keep popping up, in trying to solve this riddle are:- CHARACTER and PRINCIPLES! But how to define these values you ask?

Let us try by comparing a couple of real life examples from two different countries:

1. In January 1995 there was a huge earth quake in Kobe, Japan. In the coverage of the calamity on TV news, a reporter asked the Japanese lady-shopkeeper as to why she was not selling torches and other essential things required for emergency at higher prices than they were before the earth quake. She looked at the reporter in astonishment, bowed politely and simply said **'we just do not do such things!'** There was a queue of customers for essential things, and so she continued serving them with a smile.

2. Eight years ago, a visiting Senator from Pakistan expressed his annoyance to us that the noise of the vehicles coming to stop at the traffic lights in front of their ground floor flat in town, even when there were no other cars on the road at late hours of the night, would often disturb their sleep. He asked – 'Bhai Sahib, why do they stop on red light at night? We don't do this back home!'

The Quran gives further help, when sought, for example:

The first point that comes to mind is Einfeld trying to frame some one else for his guilt-- *and who so ever goes astray will reap the consequences of it themselves, no bearer shall bear the burden of another 17:15.* The fact that he committed an unforgivable crime against society and so, even the man made law took a dim view of it, let alone Quran. Then the Quran says —*should not take into custody someone else than one who is guilty of the offence. If we do this we would be acting* ***unjustly*** *12-79.*

The fact that Einfeld had held such a high position in the system of law and that he was the custodian of withholding the laws-of-the land and accordingly dispensing justice probably had turned the issue into an unforgivable error of judgment on his part. This must have played very heavily on his mind and hence the panic obsession to mask his traffic misdemeanor, if it can be called as that, because he turned out to be a repeat offender.

Could this last point not have been taken in consideration by the presiding Judge? Could it be that because Einfeld was a judge, it prevented the presiding judge from making such an allowance and be lenient to the accused? Could the court have not imposed a very heavy fine instead, for being a repeat offender but spare the accused the imprisonment? But then--*nor shall any form of compensation be accepted nor be favored 2-48* the Quran says.

Had the presiding judge done so, would it not be seen by the society to be favoring a fellow judge and thus be accused of dispensing unequal justice (*adal*), that is, one rule for the elite and another for the commoner? Thus negating the tenet -- *WE have honoured mankind 17-70,* lofty and lowly without distinction -- *you should give full measure and weight with equity and justice……even if your own kin are involved in the matter 6-153.*

One fact stands out that some thing must have changed in the psyche and character of this nation, to have changed from a convict colony, to what it is now—a prominent and prosperous nation standing shoulder to shoulder with other advanced, developed and powerful nations (ostensibly civilized too). Yet this majority Christian country in the name of Justice did not flinch to send one of its iconic sons to jail! Why?...

"Justice… justice… you shall pursue (Deuteronomy, Chapter 16, Verse 20)"!

One also can not ignore the examples given in the Quran, in the context of *bani-israil* in particular and others nations too, that a nation that neglects the universal unchanging laws of retribution in nature of - action and reaction - is doomed to servitude and ignominy, and further warns—***God does not alter the condition of people until they bring about a change (for the better) in their own-'self' 13:11.***

Although there are wrongs done in the name of justice all over the world, are there lessons for Muslim countries to comprehend some of the changes for good that have and are occurring in the Western nations today? Namely upholding the law and therefore dispensing of Justice!

That *inqilaab*- revolution is what Iqbal, our own poet-thinker and mentor had contemplated in Europe over hundred years ago:

Musalman ***ko Musalman kardiya tufaan-e-maghrib nay***
The Muslims are converted into 'believers' by the storms in the West

Talaatum haaey daryaa hee say hai gohar kee seyraabee
it is the agitation of the sea that in reality nourishes the Pearl!

It appears Iqbal later realized, that the change did not happen fast enough for him, so then he sheds tears at the inability of Muslims not to heed and listen to his cry and laments as they continue snoozing even in the changing world and so are left further behind.

Fugaaney neem shab shaair kee baarey gosh hoti hai
The midnight cry of the poet falls harshly on those asleep
Nah hoe jab chashm-e-mehfil aashnaa-e-lutfey bay khaawbee.
the audience is so unfamiliar of the pleasures of late- night vigil!

Parvez Sahib too, in explaining *aakhiraa* says some thing like *–Momin is one who believed in the future, but today, the community of Momineen- (Muslims) are the most neglectful of the future and hence lag behind every other Nation!*

=================

IDARA TOLU-E-ISLAM PAMPHLETS IN ENGLISH

- Are All Religions Alike
- As-Salaat (Gist)
- Economics System of the Holy Quran
- Family Planning
- How Sects can be Dissolved?
- Human Fundamental Rights
- Is Islam a Failure?
- Islamic Ideology
- Man & God
- Man & War
- Quranic Constitution in an Islamic State
- Quranic Permanent Values
- Rise and Fall of Nation
- Story of Pakistan
- The Individual or the State
- Unity of Faith
- Universal Myths
- What is Islam?
- Who Are The Ulema?
- Why Do We Celebrate Eid?
- Why Do We Lack Character?
- Why is Islam the Only True Deen?
- Woman in the Light of Quran